اکابر دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

# مجلّہ صفدر گجرات



فی شمارہ 20......زر سالانہ 240 روپے

## فہرست



ناشر:......مجلس تحفظ حدیث و فقہ بہاولپور
0301-7790908 0334-4612774

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

# سنی مؤقف

## عقائد وافکار کی اصلاح کے لیے چند راہ نما اصول

(......قسط نمبر 3......)

## ۲......نبوت!

خالق کائنات نے اس دنیا میں انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے۔اس نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت انسان میں جو جامعیت رکھی ہے وہ ملائکہ میں نہیں ہے اور گو جنات بھی شریعت کے مکلّف ہیں اور ان کے لیے بھی جزا وسزا ہے لیکن بوجہ ''ناری'' ہونے کے ان میں بھی ''بارِ خلافت'' اٹھانے کی استعداد نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ جنات میں سے کسی کو نبی نہیں بنایا گیا بلکہ ان کی ہدایت کے لیے بھی وہی انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں جو انسانوں کے لیے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی پیغمبر بھیجے ہیں اور دراصل رب العٰلمین کے بلاواسطہ خلیفہ اور نائب پیغمبر ہیں اس لیے حسب اعلان خداوندی ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' (تحقیق میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) اس دنیا میں پہلے انسان اور پہلے خلیفۃ اللہ (پیغمبر) حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔آپ کے بعد تمام پیغمبر آپ کی اولاد میں سے ہی ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فرستادہ پیغمبر بحیثیت ''خلیفہ'' اور ''نائب'' ہونے کے احکام خداوندی نافذ کرتے ہیں وہ رب العٰلمین اور دوسرے بندوں کے مابین ایک واسطہ ہوتے ہیں، بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ ان کو اپنا دین عطا کرتا ہے اور وہ احکام خداوندی اس کے بندوں تک پہنچا دیتے ہیں۔پیغمبر معصوم ہوتے ہیں ان کے باطن نورانی اور پاک صاف ہوتے ہیں۔ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا صدور نہیں ہوتا۔وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں تبلیغ کرتے ہیں۔وہ ہر کام رضائے الٰہی کے تحت کرتے ہیں۔ان سے صرف بھول چوک ہوسکتی ہے جو درحقیقت گناہ نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبر فریضہ رسالت میں کوتاہی نہیں کرسکتے۔ان سے اگر کوئی بھول چوک اور لغزش ہوجاتی ہے تو اس کا تعلق ''فریضۂ رسالت'' سے نہیں ہوتا۔اگر بالفرض انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی ورسول کے متعلق یہ کہا جائے کہ ان سے ''فریضۂ رسالت'' میں کوتاہیوں کا صدور ہوا ہے تو اس کی بنا پر قادر مطلق خدا پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس نے العیاذ باللہ پیغمبر کے انتخاب میں غلطی کی ہے۔تمام

پیغمبر اپنی اپنی امت پر اتمام حجت کر دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن کوئی بارہ گاہ خداوندی میں ان کے خلاف کوئی عذر داری نہ پیش کر سکے۔

انبیائے کرام علیہم السلام ''بے عیب'' ہوتے ہیں ان کی سیرت معیاری ہوتی ہے اور ''گوہرِ پیغمبر'' کو اللہ تعالیٰ نے باکمال بنایا ہے لیکن ان میں بھی فرق مراتب پایا جاتا ہے جن انبیائے کرام کو مستقل شریعت اور کتاب دی جاتی ہے ان کا درجہ ان انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑا ہوتا ہے جو ''صاحبِ کتاب و شریعت'' نہیں ہوتے بلکہ کسی صاحبِ شریعت رسول علیہ السلام کی سابقہ شریعت ہی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ البتہ ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے اور بطور اتمامِ حجت کے ان سے معجزات کا بھی صدور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبروں پر ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور آخرت میں فلاح پانے کا ذریعہ ہے۔ اور ان کی نافرمانی اور ان کا انکار یا ان کی بے ادبی موجب عذاب و غضب خداوندی ہے۔

**منصبِ ختمِ نبوت!**

اس دنیا میں پہلے نبی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ رب العلمین نے بنی آدم کی اصلاح و ہدایت کیلئے نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا وہ ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام کے مبعوث ہونے کے بعد بالآخر افضل الانبیاء پر ختم کر دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اعلان فرمایا:

**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَا لِكُم وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا .** (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب، رکوع ۵، آیت ۴۰)

ترجمہ: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، اور لیکن اللہ کے رسول اور ''خاتم النبیین'' ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

عربی لغت میں ''خاتم'' بمعنی ''مہر'' بھی آتا ہے اور بمعنی ''آخر'' بھی اور چونکہ کسی چیز پر ''مہر'' لگانے کے بعد اس کے اندر کی چیز باہر نہیں آسکتی اور باہر کی چیز اندر نہیں جاسکتی۔ اس لئے نبیوں کیلئے ''مہر'' ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سول کریم رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی بن چکے ہیں ان کی تعداد وہی رہے گی نہ اس میں کسی اور نبی کا اضافہ ہوگا اور نہ ان میں سے کسی کی نبوت سلب کی جائے گی اور ''خاتم'' بمعنی ''آخر'' کا یہ مفہوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اب کسی کو بھی نبوت نہیں دی جائے گی۔ ''اعطائے نبوت'' کا سلسلہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا ہے، اور خود نبی کریم نے بھی ختم نبوت کا یہی مفہوم واضح فرمایا ہے۔ مثلاً

۱ ......انه لَا نَبِیَّ بَعْدِی وسیکون خلفاء فیکثرون.

(ترمذی......بخاری ج۱،ص ۴۹۱......مسلم ج۲،ص ۱۲۶......مسنداحمد ج۲،ص ۲۹۷۔)

ترجمہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور عنقریب بکثرت خلفاء ہوں گے۔

۲ ......اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انقَطَعَتْ، فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ.

(ترمذی، ج۲،ص ۱۴۶،حدیث ۲۲۷۲،ابواب الرؤیا......مسند احمد، ج۳،ص ۲۶۷)

ترجمہ: تحقیق ''رسالت'' اور ''نبوت'' ختم ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کی بنا پر تمام امت محمدیہ علیٰ صاجھا الصلوٰۃ والتحیہ کا آج تک یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''رسالت و نبوت'' قیامت تک کے تمام جن وانس کیلئے ہے۔ تمام ازمنہ اور امکنہ کیلئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہو کر اگر کوئی شخص نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ ''قطعی کافر'' ہے اور اس کو نبی و رسول یا ولی مجدد ماننے والے بھی قطعی کافر ہیں۔ اسی لئے علمائے امت نے دورِ حاضر کے مشہور دجال و کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے دعویٰ نبوت کی بنا پر قطعی کافر قرار دیا ہے۔ اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والوں کو بھی (خواہ وہ قادیانی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں یا لاہوری گروپ سے) کفار میں شمار کیا گیا ہے اور الحمد للہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین ساز اسمبلی میں لاہوری اور قادیانی دونوں قسم کے مرزائی گروہوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آئین میں ترمیم کے بعد جو قانونی دفعات منظور کی گئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

[۱]...... یہ قانون آئین میں دوسری ترمیم کا قانون مجریہ ۱۹۷۴ء کہلائے گا، یہ قانون فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

[۲]......اسلامی جمہوریہ پاکستان آئین کے آرٹیکل ۱۰۶ کی دفعہ نمبر ۳ میں لفظ ''فرقے'' کے بعد ''قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کے افراد'' کے الفاظ شامل کیے جائینگے۔

[۳]......آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ میں دفعہ نمبر ۲ کے بعد حسب ذیل نئی دفعہ شامل کی جائے گی۔

۱......جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ کے خاتم النبیین ہونے پر مکمل اور غیر مشروط یقین نہ رکھتا ہو یا حضرت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد الفاظ کے کسی بھی مفہوم یا اظہار کی صورت میں نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو یا اس قسم کے دعویدار کو نبی یا مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے تحت مسلمان نہیں ہے۔ اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۹۵ میں حسب ذیل تشریح بھی شامل کر دی گئی ہے کہ۔

''جو مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے (جیسا کہ آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۹۰ کی دفعہ نمبر ۳ میں صراحت کر دی گئی ہے) کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے، عمل کرے یا پرچار کرے گا اسے اس دفعہ کے تحت سزا دی جاسکے گی۔'' (بحوالہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی ۸ ستمبر ۱۹۷۴ء) (جاری ہے۔۔۔۔)

قائد اہل سنت رحمہ اللہ

شیعہ پرفیسر شاکر صاحب کے ماتمی پمفلٹ ''ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟'' کا مدلل جواب

# ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟

**الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد خاتم النبيين ورحمة للعالمين وعلى آله وصحبه اجمعين.**

شیعیان تلہ گنگ کی طرف سے گذشتہ ایامِ محرم میں ایک پمفلٹ بنام

''ہم ماتم کیوں کرتے ہیں''

شائع کیا گیا ہے جس میں شاکر صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج تلہ گنگ نے بھی ان الفاظ میں اس کی تصدیق لکھی ہے کہ:۔

''یہ رسالہ میں نے مطالعہ کیا اور ہر لحاظ سے موزوں پایا''

اس پمفلٹ کی ابتداء میں سانحۂ کربلا کے تحت یہ دعوٰی کیا گیا ہے کہ:

''ہم اس واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے ہر سال ماہ محرم میں ماتم، نوحہ خوانی اور مجالس بپا کرتے ہیں۔ ہمارا یہ عمل قرآن مجید، حدیث شریف، سیرۃ انبیاء اور سیرت اصحابِ رسول کی روشنی میں ایک عبادت کا درجہ رکھتا ہے جس کے لیے نچد ایک دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔''

اس کے بعد مؤلف نے نمبروار ۱۸ دلائل پیش کیے ہیں۔

## جواب کی ضرورت!

گو ان دلائل میں ایک بھی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے ''مروّجہ ماتم'' ثابت ہو سکے۔ لیکن اس پمفلٹ میں چونکہ قرآن مجید اور حدیث شریف وغیرہ کی بنیاد پر ''ماتم مروّجہ'' کو ''عبادت'' قرار دینے کا دعوٰی کیا گیا ہے جس سے ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے۔ اس لیے بعنوان

''ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟''

جوابی رسالہ کی اشاعت ضروری سمجھی گئی۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ اسلام کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

**مروّجہ ماتم!**

جگرہ گوشۂ بتول نواسۂ رسول، جوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کربلا کی بنیاد پر ہر سال ''ماتمی ٹولہ'' جس طرح مجلس ماتم بپا کرتا ہے اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے سیاہ کپڑے پہننا، سینہ کوبی کرنا، زنجیروں اور چھریوں سے اپنے سینوں کو لہولہان کرنا، (اور جوان زخموں کی تاب نہ لا کر مرجائے اس کو شہید قرار دینا) تابوت، تعزیہ اور دُلدل، (ذوالجناح) کا جلوس نکالنا وغیرہ۔

اس قسم کے ''مروّجہ ماتم'' کو ''عبادت'' ماننے والوں پر تو یہ لازم تھا کہ قرآن شریف، حدیث شریف، سیرۃ انبیاء اور سیرۃ اصحاب رسول سے ''ماتم'' کی ''مروّجہ شکل وصورت'' کو ثابت کرتے لیکن جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان سے تو یہ ماتم کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا، پھر خدا جانے شاکر صاحب تعلیم یافتہ ہو کر اس بے بنیاد اور انتہائی غیر موزوں رسالہ کو کیونکر موزوں قرار دے رہے ہیں۔ بہرحال مذکورہ دلائل کا نمبروار جواب حسبِ ذیل ہے۔

**دلیل نمبر......۱**

حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعہ میں سورۃ یوسف کی آیت کا یہ ترجمہ پیش کیا گیا:

''اور اس نے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا ہائے افسوس! یوسف پر اور غم واندوہ کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں۔''

ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے فراق کے غم میں رو رو کر اپنی آنکھیں سفید کر دیں۔ حالانکہ آپ نبی تھے اور جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔ اللہ نے اس عمل کو پسند فرمایا۔ دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام بھی اس بات کو جانتے تھے اور انہوں نے اپنی قمیص روانہ کی جس کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے چہرہ مبارک پر ملا تو انہیں دوبارہ نظر حاصل ہو گئی۔''

**الجواب:** (۱)......**وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم** (القرآن)

اور آپ کی آنکھیں حزن (غم) سے سفید ہو گئیں پس وہ غم کو اپنے اندر روکنے والے تھے۔''

ماتمی رسالہ میں **فھو کظیم** کا ترجمہ اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس سے ''ماتم نہ کرنا'' ثابت ہوتا ہے کہ کیونکہ ''**کظیم**'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں بہت صدمہ ہو لیکن صبر کی وجہ سے وہ اس کا اظہار نہ کر سکے اور یہی وہ ''صبرِ جمیل'' ہے جس کا اعلان آپ نے اس وقت کیا تھا جب بھائیوں نے یہ جھوٹی خبر دی تھی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔

(۲)...... آیت میں نہ ''منہ پیٹنے'' کا لفظ ہے نہ ''سینہ کوبی'' اور ''ماتم'' کا بلکہ صرف ''حزن'' کا لفظ ہے جس کا معنی صرف ''غم واندوہ'' ہے۔

(۳)...... حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق کا صدمہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مسلسل رہا۔لیکن جب (دور فراق ختم ہوا اور آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے تختِ مصر پر متمکن ہونے کی بشارت ملی تو پھر آپ کا غم بھی جاتا رہا اور آنکھوں کی روشنی بھی واپس لوٹ آئی۔اس سے ثابت ہوا کہ جب تک کسی محبوب کی مصیبت باقی ہو اور اس کا صدمہ لاحق رہے لیکن صبر کے خلاف کوئی حرکت نہ کرے تو یہ غیر اختیاری ''غم واندوہ'' گناہ نہیں اور جب وہ مصیبت ختم ہو جائے تو پھر غم بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میدان کربلا میں حضرت امام عالی مقام اور آپ کے اعزہ واحباب پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ وقتی تھی۔شہادت کا درجہ پانے کے بعد جب آپ کو جنت مل گئی تو پہلی مصیبت ختم ہوگئی۔

اب شہدائے کربلا کی روحوں کو حسبِ آیاتِ قرآنی جنت کا رزق ملتا ہے اور وہ وہاں خوش ہیں تو اب رونے اور ماتم کرنے کا کیا موقعہ ہے؟ ہم تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں کہ جب تک آپ مصیبت میں مبتلا تھے اس وقت بھی صبر کیا اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند مقام کی بشارت ملی تو پہلا غم بھی بالکل ختم ہو گیا۔مصر کے تخت سے جنت کا مقام تو اعلیٰ درجہ رکھتا ہے کیا ماتمیوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے اور وہاں خوشیاں منانے کا یقین نہیں ہے اور اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ جنت میں بھی وہ مصیبت میں ہیں۔

(۴)...... حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی سلطنت ملنے کے بعد بھی کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس گزری ہوئی مصیبت کی یادگار میں ہر سال غم کی مجلس منعقد کی تھی؟

(۵)...... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے سانحہ کربلا ایک بہت بڑا ایمانی امتحان تھا۔جس میں آپ اعلیٰ نمبروں میں پاس ہوئے تو اب ''واہ واہ حسین'' امام کربلا کی شان کے مناسب ہے یا ''ہائے حسین، ہائے حسین'' جو امام عالی مقام کو پاس سمجھتا ہے وہ ''واہ واہ'' کرے اور جو نعوذ باللہ فیل سمجھتا ہے وہ ''ہائے ہائے'' کرتا رہے۔ ؎ نگاہ اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی

(۶)...... پاکستان میں کتنے ماتمی ایسے ہیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں اندھے ہوئے ہیں۔

## دلیل نمبر......۲

''پارہ ۷ المائدہ آیت ۸۳ اور جب وہ سنتے ہیں اس کو جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتارا گیا تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔اس لیے کہ انہوں نے حق پہچان لیا۔'' الخ۔

**الجواب!** (۱)...... یہ آیت ان عیسائیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو ملک حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ مدینے شریف پہنچے تھے اور جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انہوں نے قرآن مجید سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ مسلمان ہو گئے۔ یہاں تو صرف آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی قرآن سننے پر۔ اس کو تمہارے ماتم سے کیا تعلق ہے۔

(۲)...... اگر ماتمیوں کے نزدیک اس آیت کا مطلب ماتم کرنا ہے تو پھر قرآن سننے پر ماتم کیوں نہیں کرتے؟

## دلیل نمبر......۳

القرآن، اس موقع کی جب فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو ارشاد ہوتا ہے:

''نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین نے گریہ کیا۔ اور نہ انہیں اللہ کی طرف سے مہلت دی گئی۔''

اس سے ثابت ہوا کہ قرآنی نقطہ نظر سے بداعمالی کا تقاضا یہ ہے کہ بداعمال پر نہ رویا جائے اس کے مقابل جو حسنِ عمل رکھتے ہوں وہ مستحقِ گریہ ہیں۔''

**الجواب!** (۱)...... اس آیت میں نہ شہادت کا ذکر ہے نہ ماتم کا تو اس سے مروجہ ماتم کیسے ثابت ہو گیا۔

(۲)...... اس آیت میں کوئی حکم نہیں ہے کہ نیک لوگوں پر رونا چاہیے۔

(۳)...... کیا ماتمی لوگ زمین و آسمان کے مذہب کے پیرو ہیں۔

(۴)...... اگر اللہ کے مقبول اور صالح بندے مستحق گریہ ہیں تو پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور دیگر صلحائے امت کی وفات پر ہر سال کیوں گریہ و ماتم کی مجلس بپا نہیں کرتے۔

## دلیل نمبر......۴

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت ہابیل کی شہادت پر مرثیہ پڑھا اور پڑھ کر خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا اور ہر سال جب وہ دن آتا اس دن مرثیہ پڑھ کر خود روتے اور دوسروں کو رلایا کرتے تھے۔'' (تفسیر ابن کثیر جلد دو صفحہ ۶۴ مطبوعہ مصر)

**الجواب!** (۱)...... ہابیل کی شہادت پر قرآن میں تو حضرت آدم علیہ السلام کے رونے رلانے کا ذکر تک نہیں ہے۔ باقی رہی تفسیر ابن کثیر میں بھی وہ عبارت نہیں ملتی جو اس پمفلٹ میں درج کی گئی ہے بلکہ تفسیر ابن کثیر میں تو اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ:

''کہتے ہیں کہ اس صدمہ سے حضرت آدم بہت غمگین ہوئے اور سال بھر تک انہیں ہنسی نہ آئی۔

آخر فرشتوں نے ان کے غم دور ہونے اور ہنسی آنے کی دعا کی۔'' الخ

(تفسیر ابن کثیر مترجم جلد اول صفحہ ۸۶)

فرمایئے! کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہر سال ''غم کی مجلس'' قائم کرتے تھے یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں نے ان کے غم کو دور کرنے کی دعا کی تھی؟ اس سے معلوم ہوا کہ غم دور کرنا ضروری ہے نہ کہ باقی رکھنا۔

(۲)...... حضرت آدم علیہ السلام نے ''منہ پیٹا'' اور نہ ''سینہ کوبی'' کی اور نہ کالے کپڑے پہنے تو ماتمی لوگ یہ کام کر کے کس کی سنت کی پیروی کرتے ہیں؟

## دلیل نمبر......۵۔۷۔۸

دلیل نمبر ۷ اور دلیل نمبر ۸ میں تورات کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں جن میں گریہ، ماتم رونے کے الفاظ ہیں۔

**الجواب!** (۱)...... ان عبارتوں میں بھی ''منہ پیٹنے'' اور ''سینہ کوبی'' کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے پھر ''مروّجہ ماتم'' کیونکر ثابت ہوا؟

(۲)...... قرآن کے بعد توراۃ انجیل وغیرہ آسمانی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں جن کی عبارتیں مسلمانوں کے لیے حجت نہیں ہیں۔ کیونکہ اصلی آسمانی کتابوں میں تبدیلی ہوگئی ہے۔

(۳)...... اگر تورات، انجیل کے مذہب کی پیروی کرنی ہے تو کیا اس پر بھی ایمان لاؤ گے جو تورات میں لکھا ہے کہ:

ا...... ''حضرت یعقوب نے خدا کے ساتھ کشتی کی تھی۔ نعوذ باللہ (پیدائش صفحہ ۴۶)

ب...... حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں سے بدکاری کی تھی۔ استغفر اللہ (پیدائش صفحہ ۲۴)

## دلیل نمبر......۶

''حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبدالغفار تھا اور نوحہ کرنے کی وجہ سے نوح کہلاتے ہیں۔''

(الصاوی علی الجلالین، جلد دوم صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ مصر)

**الجواب!**

(۱)...... حضرت نوح علیہ السلام کسی مقبول بندے کی مصیبت، بشارت کی وجہ سے سے نہیں روئے بلکہ اس کی وجہ سے خود صاوی حاشیہ جلالین میں یہ لکھی ہے:

**''لقب نوح لكثرة نوحة على نفسه حيث دعا دلى قومه فهلكوا وقيل لمراجعته ربه فى شان وله لا كنعان.**

آپ کا لقب نوح اس لیے ہوا کہ آپ اس بنا پر زیادہ روتے رہے کہ آپ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ اپنے بیٹے کے بارے میں آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیا تھا۔

(۲)...... اس نوحہ (رونے) سے منہ پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا کیسے ثابت ہوگیا۔

## دلیل نمبر......۹

حضرت ابراہیم بن محمدؑ نے انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے۔ نزع کی حالت تھی گود میں اٹھالیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

(سیرت النبی حصہ اول صفحہ ۷۲۸)

الجواب!

(۱)...... اس کے بعد یہ الفاظ نہیں لکھے کہ:

''عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی یہ حالت آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ اپنے فرزند حضرت ابراہیم کے انتقال پر رحمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے تھے لیکن اس سے ماتم مروّجہ کیسے ثابت ہوا۔؟

(۲)...... اور اس گریہ کی بھی کیا ہر سات ابراہیم کی وفات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مجلس بپا کیا تھی؟

(۳)...... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ماتمیوں نے بھی کبھی حضرت ابراہیم بن محمدؑ کے ماتم کی مجلس بپا کیا ہے؟

## دلیل نمبر......۱۰

حضرت حمزہ کی شہادت پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور فرمایا۔ ہائے آج حمزہ کا ماتم کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس پر صحابہ رسولؐ نے اپنی عورتوں سے کہا کہ تم حضرت حمزہ کا ماتم کرو اور عورتوں نے گریہ کیا اور صف ماتم بچھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا گریہ سن کر خود گریہ کیا اور عورتوں کو ماتم کرنے کی وجہ سے دعائے خیر دی۔

(کتاب مغازی فتوح الشام صفحہ ۱۰۸، سیرۃ ابن ہشام، سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول)

**الجواب!**

(۱)...... اس عبارت میں بھی منہ پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا ثابت نہیں جس سے مروجہ ماتم ثابت ہوتا ہے۔

(۲)...... سیرۃ النبی شبلی نعمانی حصہ اول ۳۸۷ میں تو یہ الفاظ ہیں۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینان انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمزہ کا ماتم بلند تھا۔ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا تمہارے ہمدردی کا شکرگزار ہوں لیکن مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں''

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کے ماتم میں عورتوں نے رواج کے تحت نوحہ (بین کرکے رونا) شروع کردیا تھا جس سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمادیا۔

(۳)...... پمفلٹ میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ مبارک نقل نہ کرنا کہ ''مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں'' کیا علمی بددیانتی نہیں؟

(۴)...... کیا پھر ہر سال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن صرف گریہ کی مجلس بھی قائم کی گئی تھی۔

(۵)...... اور کیا آج کل کے ماتمیوں نے بھی کبھی حضرت حمزہ رضی اللہ ونہ کی مجالسِ ماتم بپا کی ہیں۔اگر نہیں تو کیوں؟

**دلیل نمبر......۱۱**

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات کے سال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحزن یعنی غم کا سال کے نام سے یاد کیا ہے۔

**الجواب!**

اگر اس سال کو عام الحزن کا نام دینے کا مطلب یہی ہے کہ ہر سال ان کی وفات کے دن ماتم کی مجالس قائم کی جائیں تو کیا حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت حسن اور حضرت حسین نے بھی ہ سال کوئی مجلس غم بپا کی تھی؟ اور کیا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے مہربان چچا ابو طالب اور اپنی پیاری بیوی خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کا دن ہر سال مجلس ماتم کی صورت میں منایا تھا؟ اگر نہیں تو پھر کس کی پیروی کرتے ہو؟

**دلیل نمبر......۱۲**

جنگ احد میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوگیا۔جس کی خبر سن کر

خواجہ اویس قرنی نے اپنے دانت توڑ دیے۔ آنحضرت ﷺ نے اس فعل کو پسند فرمایا اور خواجہ کے لیے دعا دی۔

**الجواب!**

(۱)...... یہ روایت بلاسند اور بلاحوالہ پیش کی گئی ہے اس لیے اس کو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔

(۲)...... اگر اس طرح اپنے دانت توڑنا صحیح اور کارِثواب ہوتا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا بھی اپنے دانت توڑ دیتے۔ کیا ماتمیوں کے نزدیک خواجہ اویس قرنی کا عشقِ رسالت حضرت علی سے زیادہ تھا؟

(۳)...... اگر خواجہ اویس قرنی کی یہ سنت ماتمیوں کو پسند ہے تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید ہونے کی یادگار میں اپنے دانت کیوں نہیں توڑ دیتے۔ سارا قصہ ہی ختم ہو جائے نہ مرثیہ خوان رہیں اور نہ سوز خواں ۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری

**دلیل نمبر......۱۳**

اسلام دین فطرت ہے رونا فطرت انسانی ہے بچہ پیدائش کے بعد زندگی کا آغاز رونے سے کرتا ہے۔ الخ

**الجواب!**

(۱)...... پیدائش کے بعد بچے کا رونا مروّجہ ماتم کی دلیل کیسے بن گیا؟ بچہ کس کے ماتم میں روتا ہے؟

(۲)...... اگر بچہ روتا ہے تو پیشاب پاخانہ بھی کرتا ہ تو اس فطرت انسانی کے پیشِ نظر پیشاب پاخانہ کی مجالس بھی قائم ہونی چاہئیں۔ واہ کیا خوب عقل ہے۔ سبحان اللہ۔

**دلیل نمبر......۱۴**

سانحہ کربلا کے وقت اسلام میں کوئی فرقہ بندی نہ تھی۔ قاتلانِ امام دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے تھے۔ آج امام حسین کا ذکر اور ان کی حمایت کرنا گویا امام مظلوم کا ساتھ دینا ہے۔ الخ

**الجواب!**

(۱)...... ماتم کرنے کو امام حسین کی حمایت سے کیا تعلق ہے؟ حسینیت تو یہ ہے کہ امام حسین نے جس شریعت اور سنت مقدسہ کے لیے اپنی جان قربان ک اس کی اتباع کیا جائے اور اعمال صالحہ کو رائج کیا جائے۔ شرک و بدعت اور بت پرستی کے مظاہر کو مٹایا جائے۔

امام عالی مقام کو دعوت دینے والے بھی کوفی ہیں اور یزیدیت کی حمایت میں شہید کرنے والے

غدار بھی کوفی لوگ ہیں۔ جو ماتم امام حسین نے ساری عمر نہیں کیا اس کا ارتکاب حسینیت کی حمایت ہے یا مخالفت؟

(۲)...... اخبار ماتم صفحہ ۷ ۹۶ میں ہے کہ سب سے پہلے شہادت حسین کا ماتم یزید کے گھر میں اس کی بیوی ہندہ نے بپا کیا تھا۔ اب یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ حسینیت کیا ہے اور یزیدیت کیا؟

دلیل نمبر......۱۵

فریقین کی معتبر روایتوں میں ام المؤمنین عائشہ، جابر بن عبداللہ اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے درآنحالیکہ ان کے حق کو پہچانتا ہو تو اس پر بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

الجواب!

(۱)...... فریقین (یعنی سنی اور شیعہ) کی کتابوں کا حوالہ نہیں لکھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ روایت کیسی ہے۔

(۲)...... امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کرنے سے ماتم کا عبادت ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

(۳)...... جو شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کے صبر اور نماز کی پیروی نہیں کرتا اور سنت کا تارک ہ اور بدعات کا مرتکب ہے وہ امام حسین کا حق پہچاننے والوں میں شامل ہی نہیں ہو سکتا پھر جنت کا مستحق کیسے ہو گیا۔

دلیل نمبر......۱۶

حضرت محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایای کہ جو شخص حسین رضی اللہ عنہ پر ان کا حق پہچانتے ہوئے روئے اس پر جنت واجب ہے۔

الجواب!

(۱)...... اس روایت کا بھی حوالہ نہیں پیش کیا گیا۔ پھر اس میں ماتم مروجہ کا تو کوئی ذکر نہیں۔

(۲)...... پھر اس میں ماتم مروجہ کا تو کئی ذکر نہیں۔

(۳)...... اگر صرف رونے سے جنت ملتی ہے تو پھر شریعت کی کیا ضرورت ہے۔

(۴)...... ائمہ اہل بیت امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق نے ایسی مجالس ماتم کیوں قائم نہیں کیں بلکہ ان امور کو حرام قرار دیاے جیسا کہ آئندہ حوالہ جات میں پیش کیا جائے گا۔

دلیل نمبر......۱۷

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا غم تو وہ غم ہے جس پر انسان تو کجا جن وملک، چرند وپرند، آسمان

و درخت سب نے گریہ کیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آسمان حضرت امام حسین پر چالیس دن تک روتا رہا۔

(ینابیع المودات از علامہ شیخ سلیمان حنفی قندوزی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۳۹)

ثابت ہوا کہ مرثیہ پڑھنا، رونا اور ماتم کرنا انبیاء کی سنت اور سیرت اصحابِ رسولؐ اکرم ہے۔

**الجواب!**

(۱)...... ینابیع المودات حنفیوں کی کوء مستند کتاب نہیں۔ پھر قرآن وحدیث کے صریح ارشادات کے خلاف ایسی روایتیں کیونکر قالِ قبول ہ سکتی ہیں۔

(۲)...... اس عبارت میں بھی منہ پیٹنے اور سینہ کوبی کا کوئی ذکر تک نہیں۔

(۳)...... کیا فرشتوں کی فطرت بھی رونا اور ماتم کرنا ہے۔ العیاذ باللہ

(۴)...... کیا ہر سال زمین وآسمان ماتم کرتے ہیں؟

**دلیل نمبر......۱۸**

اے منکرِ غم گرچہ میرے پیر نہ ہوتے — مسمار محل دین کے تعمیر نہ ہوتے

حسینؓ کی قربانی سے زندہ ہے یہ اسلام — مٹ جاتا اگر دنیا میں شبیر نہ ہوتے

**الجواب!**

(۱)...... ان اشعار میں تو دعویٰ ہے نہ کہ دلیل۔ (۲)...... اس کو ماتم سے کیا تعلق؟

(۳)...... کیا دین کے محل میں رحمت للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ماتم کی اینٹ بھی لگائی ہے یا دین کا محل نماز، روزہ، صبر ورضا جیسے اعمال صالحہ سے تعمیر کیا گیا ہے۔

**خلاصۂ جواب!**

یہ ہے کہ مذکورہ ۱۸ دلائل میں سے کسی ایک دلیل سے بھی مروّجہ ماتم ثابت نہں ہوسکتا اور اگر یہ ماتم عبادت ہوتا تو اولاً قرآن میں اس کا صریح حکم ہوتا اور ثانیاً احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح ہوتی اور نعوذ باللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتم کی مجالس بپا کرتے جیسا کہ نماز، روزہ وغیرہ عبادات پہلے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی ہیں۔

## اعلان

مجلّہ ''صفدر'' میں قسط وار شائع ہونے والے مضمون کا (بزعم خود) جواب زبیر علی زئی مماتی غیر مقلد صاحب نے ماہنامہ الحدیث (نومبر 2011) میں شائع کیا ہے۔ قارئین مجلّہ صفدر ان شاء اللہ صفر المظفر ۱۴۳۳ سے جواب الجواب ملاحظہ فرمائیں گے۔ جملہ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

# مروّجہ ماتم کے ناجائز اور حرام ہونے کے دلائل!

قرآن مجید میں کتنی آیات ایسی ہیں جن میں ایمان والوں کو صبر کا حکم دیا گیا ہے اور صبر کرنے والوں وجنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مثلاً

۱...... **یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصابرین.** (سورۃ بقرہ)

اے ایمان والو! مدد حاصل کرو تم ساتھ صبر اور نماز کے بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

۲...... **والصابرین فی البأساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون.** (پ۲)

اور مسلمان وہ ہیں جو سختی تکلیف اور لڑائی میں صبر کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ صبر کرنے والے سچے اور متقی ہیں۔ یہ کسی جگہ نہیں فرمایا کہ صبر چھوڑنے والے اور سینہ کوبی کرنے والے سچے اور جنتی ہیں یا ماتم کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۳...... **والذین صبرو ابتغاء وجہِ ربھم واقامو الصلٰوۃ وانفقوا مما رزقنٰھم سرّا وعلانیۃ ویدرء ون بالحسنۃ السیّئۃ اولئک لھم عقبی الدار.** (پارہ۱۳، سورۃ الرعد رکوع ۳)

اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضامندی حاص کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے جوان کو رزق دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کیا اور وہ بھلائی سے برائی کو ہٹاتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے آخرت کا گھر اور بہشت ہے۔

اس آیت میں نماز پڑھنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری سنائی گئی ہے نہ کہ ماتم کرنے والوں کو۔

۴...... اصول کافی ماتمیوں ک نزدیک وہ مستند کتاب ہے جس کے ٹائٹل پر یہ لکھا ہے کہ حضرت امام مہدی علی السلام نے اس کتاب کے متعلق یہ فرمایا **ھذا کافٍ لشیعتنا** (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے)

اس میں یہ روایت ہے:

**عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال الصبر من الایمان بمزلۃ الراس من الجسد فاذا**

**ذهب الراس ذهب الجسد كذالك اذا ذهب الصبر ذهب الايمان.** (اصول کافی صفحہ ۴۱۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ صبر ایمان کے لیے ایسا ہے جیسا کہ جسم کے لیے سر۔ پس جب سر نہ رہے تو جسم نہیں رہتا، اسی طرح جب صبر نہ رہے تو ایمان نہیں رہتا۔

۵...... **عن ابی عبد الله عليه السلام قال ان الصبر والبلاء يستبقان الى المؤمن فياتيه البلاء وهو صبور وان الجزع البلاء يستبقان الى الكافر فياتيه البلاء وهو جزوع.** (فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۲۱)

امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ صبر اور مصیبت دونوں مومن کی طرف آتے ہیں پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرنے والا ہوتا ہے اور جزع بے صبری مصیبت کافروں کی طرف آتے ہیں۔ پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ جزع کرنے والا ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق کے نزدیک صبر کرنے والا مؤمن اور جزع کرنے والا کافر ہے۔

## جزع کی تعریف!

اب یہ دیکھنا ہے کہ جزع کس کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق بھی امام جعفر صادق کا فرمان موجود ہے۔

۶...... **عن ابی معفر عليه السلام قال قلت له ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالويل والعويل ولطم الوجه والصدروجزع الشعر من النواصی ومن اقام النواحه فقد ترک الصبر واخذنی غير طريقه. الخ** (فروع کافی جلد اول صفحہ ۱۲۱)

یہ دریافت کرنے پر کہ جزع کیا ہے امام جعفر صادق نے فرمایا کہ سخت جزع شور وفغاں اور بلند آواز سے چیخنے اور چلانے اور منہ او سینے پیٹنے اور پیشے بال اکھاڑنے کو کہتے ہیں۔ اور جس نے نوحہ کی مجلس قائم کی اس نے صبر چھوڑ دیا اور اسلام کے راستے کے خلاف چلا۔

عول کا معنی ہے آواز سے رونا اور ویل کا معنی ہے مصیبت پر شور وفغاں کرنا۔ (غیاث اللغات)

فرمایئے! مروّجہ ماتم میں جو افعال کیے جاتے ہیں اور جن کو پمفلٹ میں عبادت قرار دیا گیا ہے اس کے متعلق امام جعفر صادق کا صریح فتوی ہے کہ ایسا کرنے والا صبر کو چھوڑنے والا اور اسلام کے خلاف چلنے والا ہے۔

۷...... **عن ابی عبد الله عليه السلام قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ضرب المسلم يده علی فخذه عند المصيبة احباط لاجره.** (فروغ کافی جلد اول صفحہ ۱۲۱)

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مصیبت کے وقت اپنے ران پر ہاتھ مارے تو اس کا اجر وثواب برباد ہو جاتا ہے۔

۸...... **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتہ لفاطمۃ لا تخمشی علی وجھا ولا ترخی علی شعرا ولا تنادی بالویل والعویل ولا تقیمی علی نائحۃ. (فروع کافی جلد۲ صفحہ ۲۱۴)**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ کو کہ میری وفات پر منہ نہ پیٹنا اور بال نہ کھولنا اور رویل عویل سے نہ چیخنا چلانا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ قائم کرنا۔

۹...... ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا۔

''اے فاطمہ! جب میں مرجاؤ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا۔ اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہانا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔ (جلاء العیون مترجم اردو حصہ اول صفحہ ۶۷ مطبوعہ لکھنؤ)

۱۰...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''پس جمیع اہلبیت میرے اور بیبیاں میری بحسبِ مراتب اشارہ اور سلام مجھ پر کریں جو حق اشارہ اور سلام کرنے کا ہے۔ اور آزار بصدائے نالہ ونوحہ نہ پہنچائیں۔'' (جلاء العیون صفحہ۲)

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نالہ اور نوحہ کرنے سے دکھ ہوتا ہے لیکن یار لوگوں نے اسی کو عبادت، جنت کا نشان سمجھا ہوا ہے۔

۱۱...... اور شیخ طوسی وغیرہ نے بسند ہاء معتبر حضرت جعفر صادق س روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا:

''جب کوئی مصیبت پیش آئے تو مصیبت رسولِ خدا یاد کرو کہ ایسی مصیبت ہرگز کسی پر نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔'' (ایضا جلاء العیون صفحہ ۶۹)

تو جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت شہادت حسین وغیرہ سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے۔ اور ایسی مصیبت عظمٰی پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج اہل بیت کو عموماً اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو خصوصاً نوحہ کرنے اور منہ پیٹنے سے منع فرما دیا ہے تو پھر سانحہ کربلا کی یاد میں بھی یہ افلاع گناہ ہوں گے نہ کہ عبادت اور اس قسم کی مجالس ماتم بپا کرنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آئے گی نہ کہ اطاعت۔

۱۲...... امام حسین کی آخری وصیت

جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلائے معلیٰ میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ:

''اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ:

میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہر گز منہ نہ پیٹنا اور بال نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔'' (جلاء العیون مترجم باب قضایائے کربلا صفحہ ۳۸۲)

۱۳...... رونا غمی کی وجہ سے بھی ہتا ہے اور خوشی سے بھی خوف سے بھی اور محبت سے بھی یہ انسان کے طبعی تاثرات ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے غم کے باقی رکھنے سے منع فرمادیا ہے۔

جنگ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے اور ستر ہ اصحاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پرچم نبوی کے سایہ میں کفار کے مقابلے میں شہید ہوئے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اران شہداء کا مسلمانوں کے دلوں میں طبعی طور پر صدمہ بھی تھا لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول اللہ کو ارشاد فرمایا

**''لاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین.''**

(اور نہ تم سست ہو اور نہ غم کھاؤ اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے)

(پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۴)

اس آیت کی پیشنگوئی کے تحت اصحاب رسولؐ قیصر و کسری جیسی کفار کی عظیم سلطنتوں پر غالب آ گئے۔ ان غالب آنے والی جماعت صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ کو خلافت راشدہ کی صورت میں یہ اسلامی غلبہ عطا فرمایا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۱۴...... حضرت لوط پیغمبر علیہ السلام کو ارشاد فرمایا

**لاتخف ولا تحزن.** (پارہ ۲۰ سورۃ العنکبوت رکوع ۴)

''نہ خوف کر اور نہ غم کھا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح خوف کو دل سے نکالنا مطلوب ہے اسی طرح غم کو دل سے نکالنا بھی پسندیدہ ہے۔

۱۵...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو حکم دیا

**فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین.** (پارہ ۲۰ سورہ القصص رکوع ۱)

''پس جب تجھ کو اپنے بچے کا ڈر ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور نہ خوف کر اور نہ غم کھا۔ ہم پھیر

دیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو پیغمبروں سے۔''

یعنی چونکہ یہ تیرا بچہ پیغمبر ہونے والا ہے اس لیے کسی قسم کا غم کھانا مناسب نہیں ہے۔اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جنت کے جوانوں کی سرداری ملنے والی ہے اس لیے ان کے بارمیں کسی قسم کا غم کرنا ان کی شان کے لائق نہیں ہے۔

۱۶...... **الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون.**

خبردار! اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

عبادت تو اولیاء اللہ کی روحانی غذا ہوتی ہے اگر غم و ماتم بھی عبادت ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی شان میں **ولاهم یحزنون** نہ فرماتے کہ اولیاء وہ ہیں جو غم کی یادگاریں منانے والے ہیں۔

۱۷...... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غارِ ثور میں دشمنوں کی وجہ سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غم لاحق ہوا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یارِ غار سے فرمایا۔

**لاتحزن ان الله معنا.**

نہ غم کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔(سورۃ توبہ)

۱۸...... اللہ تعالیٰ نے امتحانی مصائب میں مبتلا کرنے کی حکمت بتلاتے ہوئے مومنوں کو تسلی دی ہے۔

**لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتکم.** (سورۃ الحدید رکوع ۱۹)

''تا کہ تم نہ غم کھاؤ اور اوپر اس چیز کے جو تم سے فوت ہوگئی ہے اور نہ اتراؤ اوپر اس کے جو اللہ نے تمہیں دی ہے۔''

یعنی خوشی اور نعمت پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔اور تکلیف اور مصیبت پر غم نہیں کھنا چاہیے۔

ہم نے بھی جاب میں ماتم مروّجہ کے حرام ہونے پر ۱۸ دلائل پیش کر دیے ہیں جن میں آیات قرآنی، احادیث نبویؐ، ارشادات ائمہ اہل بیت امام محمد باقر، امام جعفر صادق س صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ آج کل شہادت کربلا کے سلسلہ میں جس ماتم کا رواج عام ہوگیا ہے وہ شریعت محمدیہؐ کے اصول کی سربلندی کے لیے امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانیں قربان کر دی تھیں۔

خادم اہل سنت والجماعت الاحقر مظہر حسین غفر لہ

مدنی جامع مسجد چکوال ضلع جہلم ۲۴ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

☆......☆......☆......☆

قائد اہل سنت رحمہ اللہ

## ملک غلام عباس، بی۔اے کی ماتمی

# کھلی چٹھی کا جواب

### پیش لفظ

پہلے اہل شیعہ کی طرف سے شائع کردہ کتابچہ ''ہم ماتم کیوں کرتے ہیں'' ملک غلام شبیر شاکر پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج تلہ گنگ کی تصدیق کے ساتھ شائع ہوا۔جس کے جواب میں خدام اہل السنّت والجماعت ملکوال نزد تلہ گنگ کی طرف سے ایک رسالہ ''ہم ماتم کیوں نہیں کرتے'' اشاعت پذیر ہوا۔جس کا جواب تو شیعہ حضرت مدلل طور پر نہ دے سکے مگر ایک سائیکلوسٹائل اشتہار بنام ''کھلی چٹھی بنام مظہر حسین مولوی چودھویں صدی'' شائع ہوا جس پر المشتہر کا نام ''ملک غلام عباس بی۔اے'' درج ہے۔چنانچہ اس کا جواب دینا اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ ہر دو حضرات کا تعلق اہم تعلیمی اداروں سے ہے۔ ایک صاحب گورنمنٹ کالج کے پروفیسر اور دوسرے گورنمنٹ ہائی سکول میں ٹیچر ہیں اور ان درسگاہوں میں سنی طلباء کی اکثریت ہے۔......

رفیق غلام ربانی، ناظم نشرواشاعت جمعیت اہل السنّت والجماعت، چینجی چوک تلہ گنگ

ابتدائیہ:

گذشتہ ماہ محرم میں تلہ گنگ کے ذاکر ''غلام عباس صاحب بی۔اے'' کے شائع کردہ ٹریکٹ ''ہم ماتم کیوں کرتے ہیں'' کے جواب میں ایک رسالہ ''ہم ماتم کیوں نہیں کرتے'' میں نے تحریر کیا تھا جو خدام اہل السنّت والجماعت ملکوال (تلہ گنگ) نے شائع کیا۔اب اس کے جواب میں ''ملک غلام عباس صاحب بی۔اے'' نے ایک اشتہار بعنوان ''کھلی چھٹی بنام مظہر حسین مولوی چودھویں صدی'' شائع کیا ہے جس میں طعن وتشنیع تو بہت ہے لیکن میرے دلائل کا جواب نہیں اور گویہ اشتہار علمی اعتبار سے قابل جواب نہیں ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید ملک صاحب اپنے مبلغ علم کے تحت اس کو اپنا علمی شاہکار سمجھتے ہوں اور نیز اس لیے کہ عوام کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں، جواب شائع کیا جا رہا ہے۔ملک صاحب کے ہر بے بنیاد اور مضحکہ خیز استدلال کا جواب لکھنے کی تو ضرورت نہیں، صرف بعض ضروری امور پر تبصرہ کیا جائے گا۔ان شاءاللہ مسئلہ ماتم کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہوگا۔واللہ الھادی۔

(۱)...... اشتہار کے عنوان میں جو ملک صاحب نے ''مظہر حسین مولوی چودھویں صدی'' کے الفاظ لکھے ہیں تو ان کا منشاء کیا ہے۔کیا ملک صاحب چودھویں صدی کی پیدائش نہیں ہیں؟ اور اگر چودھویں صدی کے مولویوں کا کوئی ذکر کسی صحیح حدیث میں موجود ہے تو بحوالہ اس کا ثبوت دیں......؟

(۲)...... ملک صاحب نے لکھا ہے کہ:

ہم نے جو رسالہ بعنوان ''ہم ماتم کیوں کرتے ہیں'' تحریر کیا تھا۔اس میں ''اتحاد بین المسلمین'' اور ''قومی مفاد'' کے تحت کسی فرقہ کے خلاف کوئی بات تحریر نہیں کی تھی۔الخ

ملک صاحب! آپ نے سوائے اپنے ''فرقہ'' کے باقی تمام مسلم فرقوں کے خلاف یہ ٹریکٹ لکھا تھا۔کیونکہ سوائے آپ کے قلیل فرقہ کے اور کوئی فرقہ آپ کے ''مروّجہ ماتم'' کو ''عبادت'' نہیں سمجھتا۔حتیٰ کہ مسلمانان اہل السنّت والجماعت کے تمام مکاتب فکر (خواہ حنفی ہوں یا شافعی، دیو بندی ہوں یا بریلوی) اس مروّجہ ماتم کو شرعاً ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں چنانچہ بریلوی علماء کے امام مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم نے اس سوال کے جواب میں کہ ''مجلس ''مرثیہ خوانی اہل شیعہ'' میں اہل سنت کو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟'' لکھا ہے کہ: حرام ہے............کچھ نہ ہوتو روایات موضوعہ وکلمات شنیعہ وماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں گے، سنیں گے اور منع نہ کرسکیں گے۔ایسی جگہ جانا حرام ہے''۔(رسالہ تعزیہ داری) اور ملک صاحب یہ خوب جانتے ہیں کہ پاکستان، ہندوستان، افغانستان اور تمام دنیائے اسلام میں مسلمانانِ اہل السنّت والجماعت کی عظیم اکثریت کے نزدیک یہ ماتم ناجائز ہے۔باقی رہا ملک صاحب کا یہ لکھنا کہ ''ہند میں ہندو بھی امام حسین کا ماتم کرتے ہیں'' تو کیا ملک صاحب کے نزدیک ہندوؤں کا فعل اسلامی عبادت میں شمارہ ہو جائے گا؟ سبحان اللہ۔کیا ہندو اسلام اور قرآن کو بھی مانتے ہیں کہ امام حسین کے ساتھ ان کو مذہبی عقیدت ہو؟ کیا ہندوستان کے ہندو وہی تو نہیں جنہوں نے اسلام دشمنی میں مشرقی پاکستان پر قبضہ کرلیا ہے؟ ملک صاحب کی پریشانی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ''اتحاد'' کے پردے میں انہوں نے جو کوشش ''اہل سنت'' کو ''ماتمی'' بنانے میں شروع کر رکھی تھی اس پر رسالہ ''ہم ماتم کیوں نہیں کرتے'' نے پانی پھیر دیا ہے اور ان کے تحریر کردہ دلائل کا پول کھل گیا ہے اس پر ملک صاحب جتنا بھی ''ماتم'' کریں وہ معذور ہیں۔

(۳)...... ملک صاحب کی بدحواسی:

ملک غلام عباسی صاحب نے لکھا ہے کہ:

مولوی صاحب! آپ کے ''خلاصۂ جوابات'' میں تحریر ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کا ماتم اور مجلس بپا کرتے تو آج ماتم کرنا جائز ہوتا، عقل کے ناخن لیں۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ کربلا سے ۵۰ سال پہلے رحلت فرمائی تو واقعہ سے پہلے ہی کیسے مجلس اور ماتم کیا جاتا؟

**الجواب!**

ملک صاحب! آپ نے خواب میں میری یہ تحریر پڑھی ہے یا بیداری میں؟ اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ میں نے یہ لکھا ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کا ماتم اور مجلس بپا کرتے تو آج ماتم کرنا جائز ہوتا۔ تو آپ کو 2 لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا ایک مہینہ تک آپ کے لیے مہلت ہے۔

(۴)...... ملک صاحب لکھتے ہیں:

''کہ اگر تم قرآن مجید میں **الحمد** سے **والناس** تک ایک آیت بھی ماتم حسین یا کسی شہید کے ماتم کا حرام ہونا یا ناجائز ہونا ثابت کردو تو تمہیں ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔''

**الجواب!**

اگر ملک صاحب کا مطالبہ ہے کہ ''قرآن مجید میں ماتم حرام'' کے الفاظ دکھائے جائیں تو یہ لغو سوال ہے کیونکہ اس طرح تو آپ قرآن مجید میں سے کتا حرام ہونے کا بھی ثبوت پیش نہیں کرسکتے۔ حالانکہ آپ کے نزدیک بھی کتا حرام ہی ہوگا اور اگر یہ مطالبہ ہے کہ قرآنی اصول کے تحت ''مروّجہ ماتم'' کا ناجائز ہونا ثابت کیا جائے تو اس کا ثبوت میں اپنے رسالہ میں دے چکا ہوں جس کا جواب آپ نہیں دے سکتے اور اب پھر پیش خدمت کرتا ہوں:

(۱)...... قرآن مجید میں تین آیات بطور نمونہ میں نے مذکورہ رسالہ میں پیش کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مصائب اور تکالیف کے موقعہ پر اہل ایمان کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صبر کرنے والوں کو ہدایت یافتہ، صادق، متقی اور جنتی فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صبر بہت بڑی نیکی ہے اور بے صبری بڑا گناہ ہے۔ اب اس امر کی تشریح ضروری ہے کہ کن کن اعمال کی وجہ سے مسلمان کو صابر کہا جاتا ہے اور کن کن افعال کی وجہ سے وہ بے صبری کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ تو جس طرح قرآن نے اصولاً نماز، وضو، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کا حکم دیا ہے لیکن ان کی عملی شکل حدیث وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن نے اصولی طور پر صبر کا حکم دیا ہے۔ لیکن اس کا عملی نمونہ رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے ثابت ہوتا ہے اور سنت نبویؐ کی کسوٹی پر ''صبر'' اور ''بے صبری'' کی تمیز ہوتی ہے۔ لہٰذا اہل شیعہ کی کتب حدیث میں سے بعض ان احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے جو اپنے رسالہ مذکورہ میں بھی پیش کرچکا ہوں۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ میری وفات پر ''منہ نہ پیٹنا'' اور ''بال نہ کھولنا'' اور ویل عویل سے ''نہ چیخنا چلانا'' اور نوحہ قائم کرنے والیوں کو نہ قائم کرنا۔ (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

۲۔ امام محمد باقر سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا۔ ''اے فاطمہ! جب میں مرجاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا، اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا!''۔

(جلاء العیون مترجم اردو حصہ اول صفحہ ۶۷ مطبوعہ لکھنؤ)

۳۔ پس جمیع اہل بیت میرے اور بیبیاں میری بحسبِ مراتب اشارہ اور سلام مجھ پر کریں جو حق اور اشارہ سلام کرنے کا ہے اور آزار بصدائے نالہ و نوحہ پہنچائیں۔(جلاء العیون صفحہ ۲۷)

ملک صاحب جس ''ماتم'' کو ''عبادت'' مانتے ہیں اگر اس کے یہی اجزاء ہیں یعنی ''منہ پیٹنا'' اور ''بال نوچنا'' اور ''چیخنا چلانا'' اور ''نوحہ کرنا'' وغیرہ تو ان سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے' اس لیے یہ افعالِ ماتم خلافِ صبر ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوں گے اور ماتم کرنیوالا صابرین کی فہرست سے خارج ہو جائے گا۔ اسی بناء پر امام جعفر صادق نے فرمایا کہ: صبر اور مصیبت دونوں مؤمن کی طرف آتے ہیں۔ پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ بہت صبر کرنے والا ہوتا ہے اور جزع اور مصیبت کافروں کی طرف آتے ہیں پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ بہت جزع کرنے والا ہوتا ہے۔(فروع کافی جلد اول صفحہ ۱۲۱)

اس سے ثابت ہوا کہ ''جزع'' وہ فعل ہے جو ''صبر'' کے خلاف ہے اور وہ کافر کرتا ہے پھر جزع کی حقیقت بھی خود امام جعفر صادق نے یہ بتلادی ہے کہ:

''سخت جزع شور و فغاں اور بلند آواز سے چیخنے اور چلانے اور منہ اور سینہ پیٹنے اور پیشانی کے بال اکھاڑنے کو کہتے ہیں اور جس نے نوحہ کی مجلس قائم کی اس نے صبر چھوڑ دیا اور اسلام کے راستے کے خلاف چلا''۔(فروع کافی جلد اول صفحہ ۱۲۱)

فرمایئے! قرآن کریم نے مومنوں کو صبر کرنے کا حکم دیا تھا اور امام جعفر صادق نے ''مروّجہ ماتم'' کے افعال، منہ اور سینہ پیٹنے کو صبر کے خلاف فرمایا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآنی آیات صبر کے تحت آپ کا یہ ماتم ناجائز اور حرام ہے۔

## تفسیر بالرائے کا مطلب!

ملک صاحب نے مجھ پر ''تفسیر بالرائے'' کرنے کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ حضرت امام جعفر صادق کی بیان فرمودہ صبر کی تفسیر پیش کی تھی۔ ملک صاحب بے چارے کیا جانیں کہ تفسیر بالرائے کیا ہوتی ہے۔ اب ملک صاحب موصوف سے میرا یہ سوال ہے کہ آپ کے افعال ماتم سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً منع فرمادیا ار امام جعفر صادق نے بھی اس قسم کے افعال کو خلاف اسلام، کافروں کے افعال قرار دیا ہے تو اس کے باوجود آپ ان افعال ممنوعہ کو عبادت ماننے پر کیوں بضد

ہیں؟ آخر آپ کس اسلام کو مانتے ہیں؟

## ملک صاحب کو چیلنج!

ملک صاحب اگر قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت کر دیں کہ مصیبت اور قتل وشہادت کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ''منہ پیٹنے'' اور ''سینہ کوٹنے'' کا حکم دیا ہے تو ان کو 2 لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

## فَصَكَّتْ وَجْهَهَا کا مطلب:

ملک صاحب موصوف نے ماتم کی تائید میں پارہ ۲۶ سورہ الذاریات کی یہ آیت پیش کی ہے۔
فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِی صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا۔الخ

ترجمہ:۔''پس آئی بیوی ابراہیمؑ کی چلاتی ہوئی اور اس نے اپنا منہ پیٹ لیا'' بی بی سارہ نے جو اپنا منہ پیٹا، محرومی اولاد اور حیرت کی وجہ سے تھا۔لیکن سید الشہداء کا واقعہ زیادہ حیرت انگیز ہے۔الخ

**الجواب!**

(ا)...... ملک صاحب اگر اس آیت کی وجہ سے مصیبت کے وقت ''منہ پیٹنا'' عبادت ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام جعفر صادق اس سے کیوں منع فرماتے؟

(ب)......فَصَكَّتْ وَجْهَهَا کا معنی یہ ہے کہ بی بی سارہ نے اپنے ''منہ پر ہاتھ مارا'' اور یہ اس موقع کا ذکر ہے کہ جب حضرت سارہ زوجہ ابراہیم کو بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی تھی تو اگر ماتمی لوگ بی بی سارہ کی سنت ادا کرنا چاہتے ہیں تو اپنے بیٹوں کی پیدائش کے موقع پر مجلس ماتم بپا کریں۔

(ج)...... قرآن مجید سے تو صرف اتنا ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بی بی سارہ نے بیٹا پیدا ہونے کی بشارت سنی تو چونکہ آپ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں اس لیے آپ نے تعجب کی بناء پر دفعۃً اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور یہ ایک وقتی تأثر تھا جس کے جواب میں فرشتہ نے کہا۔**اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت. (پارہ ۱۲۔رکوع ۷)**

ترجمہ:۔''کیا تو اللہ کے امر پر تعجب کرتی ہے اے ابراہیم کی گھر والی تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں'' اس کو ملک صاحب کے ماتم سے کیا تعلق؟ کیا بی بی سارہ نے پھر ہر سال اس دن ماتم کی مجلس قائم کی؟ یا ایک سے زیادہ بار منہ پر ہاتھ مارا؟ ایک آدھ ہاتھ مارنے سے تو ماتم ثابت نہیں ہوتا۔

(د)...... اور اگر تعجب کی بناء پر بی بی سارہ کی سنت ادا کرنی ہے تو پھر تعجب اور حیرت کے موقع پر بھی مجلس ماتم بپا کیا کریں۔کیا خوب سمجھ ہے؟

ملک صاحب نے ماتم حسین کا یہ ایک نیا فلسفہ پیش کیا ہے کہ چونکہ حضرت امام حسین کا واقعہ کربلا بہت زیادہ حیرت انگیز ہے اس لیے ہم امام حسین کا ماتم بپا کرتے ہیں۔

**الجواب!**

ملک صاحب نے ٹریکٹ ''ہم ماتم کیوں کرتے ہیں'' میں رنج والم اور ظلم وستم کو ''ماتم حسین'' کی بناء قرار دیا تھا۔اس لیے وہاں جو واقعات تائید میں پیش کیے گئے ان میں غم واندوہ اور رونے کا ذکر تھا نہ کہ تعجب وحیرت کا۔

## ماتم حسین کی ایک نرالی منطق!

ملک صاحب لکھتے ہیں کہ:

مولوی صاحب اگر کسی کے گھر کو آگ لگ جائے اور اس کا لڑکا مکان سے گر کر ٹانگ توڑ دے تو مقام صبر ہے۔لیکن اگر غیرت وناموس کا سوال ہو تو وہاں صبر کرنا حرام ہے اور بے غیرتی ہے، جیسا کہ حدیث رسول مقبول سے ثابت ہے کہ ''جس میں غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔''

**الجواب!**

(ا)...... ملک صاحب نے اس حدیثِ رسول سے اپنا ماتم کیسے نکال لیا؟ کیا غیرت مندی کا تقاضہ ''منہ پیٹنا'' اور ''سینہ کوٹنا'' ہی ہے۔ملک صاحب غالباً خود بھی نہیں سمجھتے کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔اگر ان کے نزدیک ماتم حسین کی وجہ یہ ہے کہ خاندانِ نبوت کی مستورات کو کوفہ وشام کے بھرے بازاروں میں پھرایا گیا، گویا کہ یہ ان کے ناموس پر حملہ ہے تو اس میں غیرت مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان ظالموں اور دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔یہ کیسی غیرت مندی ہے کہ دشمن تو اللہ کے پیاروں پر ظلم کرے اور محبین بجائے مقابلہ کے اپنی اپنی جگہ ماتم کی مجالس بپا کرتے رہیں اور ہو بھی سانحہ کربلا کے بعد صدیوں تک، کیا اس قسم کی غیرت مندی کا ثبوت اسلام میں ملتا ہے؟

(ب)......ملک صاحب کے نزدیک دنیاوی مصیبتوں میں تو صبر کرنا صحیح ہے مثلاً کسی کی ٹانگ پر۔لیکن اللہ والوں پر اگر دین کی راہ میں مصیبتیں آئیں تو صبر کرنا حرام اور بے غیرتی ہے۔قرآن مجید [پارہ دوم رکوع سوم] میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے جن مصیبتوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں صبر کرنے والوں کو جو بشارتیں دی ہیں کیا ان مصیبتوں کا تعلق صرف دنیا سے ہے۔اور ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں، کیا ملک صاحب نے ان آیات میں ''فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ اور اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَّاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ'' کے مبارک الفاظ نہیں پڑھے؟ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ ان آیات کے مصداق نہیں؟ اور کیا رحمۃ للعالمین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اہل بیت واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دینی مصیبت نہیں؟ جس پر خود صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہراء کو صبر کا حکم دیا اور منہ پیٹنے اور نوحہ کرنے سے منع فرمادیا ہے

اور کیا حضرت امام جعفر صادق نے یہ نہیں فرمایا کہ

''جب کوئی مصیبت پیش آئے (تو) ''مصیبتِ رسول اللہ'' کو یاد کرو کہ ایسی مصیبت ہرگز کسی پر نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ (جلاء العیون حصہ اول صفحہ ۶۹)

ان صریح ارشادات کے بعد ملک غلام عباس صاحب کس مذہب کی حمایت میں ماتم مروّجہ کے ثبوت میں اس قدر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں؟ عبرت! عبرت! عبرت!

**حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حزن:**

میں نے اپنے رسالہ میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی تھی جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے۔ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا. غم نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے (سورۃ توبہ) اس کے جواب میں ملک صاحب نے لکھا ہے کہ: ''یہاں حضرت ابو بکر کو غارِ ثور میں ڈرنے اور رونے سے منع کیا گیا ہے۔''

ملک صاحب! ذرا قرآن کی آیت کا وہ لفظ بتائیں جس کا معنی ڈرنا اور رونا ہے۔ قرآن میں تو لَا تَحْزَنْ ہے اور ''حزن'' ''غم'' کو کہتے ہیں اور حضرت ابوبکر کو غم اپنی جان کا نہ تھا بلکہ محبوبِ خدا کی ذات پاک کے متعلق تھا جن کو کمال عشق کی بناء پر اپنے کندھوں پر اٹھا کر غارِ ثور تک پہنچایا تھا۔ اور ''لَاتَحْزَنُوْا'' اور ''لَاتَحْزَنْ'' کی آیات میں نے اس بناء پر پیش کی تھیں کہ جس قرآن میں غم رکھنے سے منع کیا گیا ہے اس قرآن کی رو سے غم کی بنیاد پر مجالس ماتم کیونکر جائز ہوسکتی ہیں؟

**حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور خواجہ اویس قرنی رحمہ اللہ!**

ملک صاحب نے ماتم مروّجہ کی تائید میں خواجہ اویس قرنی کے دانت توڑنے کا واقعہ پیش کیا تھا۔ جس کے جواب میں مَیں نے اس کا حوالہ طلب کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ اگر اس طرح اپنے دانت توڑنا صحیح اور کارِ ثواب ہوتا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا بھی اپنے دانت توڑ دیتے۔ کیا ماتمیوں کے نزدیک خواجہ اویس قرنی کا عشق رسالت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ تھا؟ الخ۔ اس کے جواب میں ملک صاحب نے تذکرۃ الاولیاء کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیوں حملہ کیا ہے؟ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دانت نکالنے کے متعلق کیوں لکھا ہے؟ الخ

**الجواب!**

واہ ملک صاحب! کیا عجیب سمجھ ہے میں نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسالت کو خواجہ اویس قرنیؒ سے زیادہ مانا ہے یہ تعریف ہے یا توہین؟ اور حضرت علی شیرِ خدا کی محبت تو ہمارے ایمان کا جزو

ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر ملک صاحب کے نزدیک دانت توڑنے کا یہ واقعہ صحیح ہے اور یہ ماتم حسینؓ کے عبادت ہونے کی بنیاد ہے تو پھر ماتمی لوگوں کو خواجہ اویس قرنیؒ کی پیروی میں اپنے دانت توڑ دینے چاہئیں تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری

علاوہ ازیں ملک صاحب نے یہاں بے محل اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز کیا ہے (کہ) ''جنگ اُحد میں جب دوسرے ساتھی بھاگ گئے تو حضرت علی رضی اللہ نعہ نے اَسّی زخم کھا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور جہاد جاری رکھا۔''

**الجواب!**

ملک صاحب! یہ تو بتائیں کہ اگر اصحابِ رسولؐ بھاگ جانے والے ہوتے تو آپ کے عقیدہ کے مطابق کیا ان ایسے بھاگنے والوں نے ہی نعوذ باللہ شیرِ خدا حضرت علی کی خلافت چھین لی تھی اور ان کی موجودگی میں خاندان رسالتؐ پر ظلم کیا تھا؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے صبر کیا تھا اور کیا یہی وہ بھاگنے والے اصحاب تھے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا؟

**حضرت ہاجرہ کی سنت!**

ملک صاحب لکھتے ہیں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا خلیل خدا کی بیوی کی سنت ہے۔ غم اور حسرت میں پیٹنا مادر اسحٰق کی سنت ہے ایک کو جائز اور ایک کو حرام کہنا کیونکر درست ہے؟

**الجواب!**

(ا)...... صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو تو اللہ تعالیٰ نے خود شعائر اللہ فرمایا ہے:

''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ'' (پارہ۲ رکوع ۳)

یعنی صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں اور خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی ہے اور حجاج بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ لیکن کیا اس سنت کی پیروی ہر مقام پر دوڑنے کی شکل میں کی جاتی ہے؟ اور کیا آپ بھی مادرِ اسماعیلؑ (حضرت ہاجرہ) کی سنت کی پیروی میں اپنے گھروں اور سڑکوں میں دوڑا کرتے ہیں؟

(ب)......آپ کا یہ کہنا بالکل غلط ہے ہ مادرِ اسحٰق یعنی حضرت سارہ نے غم اور حسرت میں پیٹا تھا۔ فرمایئے! بیٹے کی بشارت پر ان کو کیا غم لاحق ہوا تھا۔ حضرت سارہ نے تو تعجب کی وجہ سے صرف ایک دفعہ منہ پر ہاتھ مارا تھا۔

(ج)...... ملک صاحب! آپ بھی تو دونوں میں فرق کرتے ہیں۔ بالفرض آپ اگر حج پر جائیں تو صفا اور

مروہ کے درمیان دوڑیں گے لیکن آپ بیٹوں کی پیدائش کے موقع پر منہ نہیں پیٹا کرتے؟

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

## حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال!

**ملک صاحب لکھتے ہیں:**

مولوی صاحب! آپ کو اعتراض ہے کہ آج تک غم حسینؓ میں رو رو کر کسی پاکستانی کی آنکھیں سفید نہیں ہوئیں۔ اول تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے سفید ہونے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ اگر ہمیں بھی یہی عمل کر کے دکھانا لازمی ہے تو تم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہو۔ اُن کو تو آگ میں پھینکا گیا تھا تمہیں بھی کیوں نہ آگ میں پھینک دیا جائے؟ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

## الجواب!

(ا)...... ملک صاحب کی ''بے چارگی'' اور ''کم فہمی'' قابل رحم ہے جو اعتراض پیش کرتے ہیں وہ ان کے خلاف ہی ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا رنج پہلے خود ملک صاحب نے ماتم کی تائید میں پیش کیا ہے۔ لیکن اب لکھ رہے ہیں کہ اگر ہمیں بھی یہی عمل کر کے دکھانا لازمی ہے۔

ملک صاحب! حضرت یعقوب علیہ السلام کا عمل حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں غم واندوہ اور آنکھوں کا سفید ہو جانا اس کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ کے سینے میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا حقیقی غم ہے تو اس کے نتیجے میں آپ کی آنکھوں پر بھی اثر پڑنا چاہیے، معلوم ہوا کہ سب بناوٹ ہے۔

(ب)...... حضرت ابراہیم علیہ السلام خود تو آگ میں نہیں کودے بلکہ ان کو کفار مشرکین نے آگ میں ڈال دیا تھا۔ تو آگ میں ڈالنا کفار کا فعل ہے نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔ آپ کا فعل تو صبر واستقامت ہے آگ میں کود جانا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت نہیں ہے، جس طرح حضرت ابراہیم کی حق گوئی پر آپؑ کے مخالفین کو اشتعال تھا۔ اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ میری حق گوئی پر بھی آپ کا سینہ کھول رہا ہے۔ لیکن ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ‏ ‏ ‏ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

## ملک صاحب سے ایک اور سوال!

آپ ماتمی جلوسوں میں تعزیہ کا جلوس بھی نکالتے ہیں اگر آپ تعزیہ کے لغوی معنی سمجھتے ہیں تو یہ بتائیں کہ شبیہ روضہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو تعزیہ کہنے کی وجہ کیا ہے؟

خادم اہل سنت الاحقر مظہر حسین غفرلہ

خطیب مدنی مسجد چکوال ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ

# مودودی مذہب

## ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے خودساختہ گمراہ کن نظریات کا تحقیقی جائزہ

(......قسط نمبر 3......)

### (٦) حضرت داؤد کے فعل میں خواہش نفس کا دخل تھا

نیز مودودی صاحب نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق اپنی تفسیر میں آیت "یاداؤد انا جعلناك خليفة فى الارض فاحكم بين الناس بالحق ولاتتبع الهوىٰ فيضلك عن سبيل الله" کے تحت لکھا ہے کہ:

> ''یہ وہ تنبیہ ہے جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندیٔ درجات کی بشارت دینے کے ساتھ حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوجاتی ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوا تھا۔ اس کے اندر خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔''

[تفہیم القرآن۔ جلد۴، ص:۳۲۷۔ طبع اول۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء]

## تبصرہ:

یہاں تنقید کے جوش میں مودودی صاحب نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایسے الفاظ لکھ دیئے گویا وہ پاکستان کے کسی ڈکٹیٹر پر تنقید کررہے ہیں۔ اور یہ بالکل ملحوظ نہیں رکھا کہ وہ ایک پیغمبر معصوم علیہ السلام کے بارے میں کچھ لکھ رہے ہیں۔ آخر ابوالاعلیٰ صاحب کے پاس اس الزام کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ فعل خواہش نفس کی بنا پر کیا تھا؟ ان کو نیت کا حال کیسے معلوم ہوا؟ اگر وہ "لاتتبع الهوىٰ" کے الفاظ قرآنی سے یہ استنباط کررہے ہیں تو یہ ان کی جہالت ہے۔ قرآن مجید میں نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے "لاتكونن من الممترين" (آپ شک کرنے والوں

میں سے نہ ہوں ) کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ نعوذ باللہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خداوندی میں کوئی شک لاحق ہو گیا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے نفوس پاک ومقدس ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے فیضان سے دُوسروں کے نفوس بھی پاک ہوجاتے ہیں۔ "ویــزکیھـم" انبیاء کرام کا ہر فعل رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے، ان آیات کا صحیح مطلب وہ ہے جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ کہ:

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا۔ سو جس طرح اب تک کرتے رہے ہو اسی طرح آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ (اگر ایسا کروگے تو وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی اور) جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا۔ اس وجہ سے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے رہے۔ (یہ بات اوروں کو سُنا دی جو بھٹک رہے ہیں۔)[تفسیر بیان القرآن، سورۃ ص]

## (۷) حضرت نوح علیہ السلام میں جاہلیت کا جذبہ تھا

سورہ ہود کی آیت "انـی اعـظك ان تـكـون مـن الجـاهلین" کے تحت مودودی صاحب نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ:

"بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ واشرف انسان بھی اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہوجاتا ہے۔ حضرت نوح کی اخلاقی رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ ابھی جان جوان ہے بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پرواہ ہو کر اس طرزِ فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضی ہے۔" [تفسیر تفہیم القرآن۔ سورۃ ہود، ص:۳۴۴۔ جلد۲]

**تبصرہ:**

یہاں مودودی صاحب نے تصریح کردی کہ

[ا] حضرت نوح علیہ السلام بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو گئے تھے۔

[ب] حضرت نوح نے جاہلیت کے جذبہ کے تحت اپنے بیٹے کے لیے دعا کی تھی۔

حالانکہ نوح علیہ السلام نہ بشری کمزوریوں سے مغلوب ہوئے اور نہ ہی آپ کی دُعا جاہلیت کے

جذبہ پر مبنی تھی۔ مودودی صاحب بلا دلیل حضرت نوح علیہ السلام کی عصمت کو مجروح کر رہے ہیں۔

جاہلیت کا جذبہ اس کو کہتے ہیں جو خلافِ اسلام ہو۔ مودودی صاحب کی کتاب تجدید واحیائے دین اور ان کی جماعت اسلامی کے دستور میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے اور کوئی نبی بھی کوئی کام خلاف اسلام جذبہ کے تحت نہیں کرتا۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں رضائے الٰہی کے تحت کہتے ہیں۔ اور اگر مودودی صاحب نے جاہلیت کا جذبہ آیت کے ان الفاظ "ان تکون من الجاھلین" سے سمجھا ہے تو یہ ان کی اپنی جہالت ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ناواقف لوگوں میں نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ آپ کے گھر والوں کو عذاب سے بچاؤں گا اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ گھر والے تھے جو ایمان لا چکے تھے۔ لیکن نوح علیہ السلام نے اپنے ایک کافر بیٹے سمیت سب کو اس میں شامل سمجھ لیا۔ اسی لیے دعا میں یہ الفاظ عرض کیے: "رب ان ابنی من اھلی وان وعدك الحق وانت احکم الحاکمین" (اے پروردگار! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔)

اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے مغفرت کی دُعا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے الفاظ کی بنا پر کی تھی، لیکن اس کے خلاف مودودی صاحب ایک معصوم پیغمبر علیہ السلام کی نیت پر حملہ کر کے یہ بہتان تراشی کر رہے ہیں کہ آپ نے یہ دُعا جاہلیت کے جذبہ کے تحت کی تھی۔ العیاذ باللہ

ع بے ادب محروم گشت از فضل رب

**مودودی صاحب خود پاک ہیں:**

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں تو ابوالاعلیٰ صاحب نے تصریح کر دی کہ آپ بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو گئے تھے اور دُعا بھی جاہلیت کے جذبہ کے تحت کی، لیکن اپنے تقدس کی یوں تصریح کرتے ہیں کہ:

''خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا، ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے تول تول کر کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلافِ حق نہیں کہا۔'' [رسائل ومسائل، حصہ اول، ص: ۳۰۶ طبع دوم]

اب مودودی صاحبان خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ مودودی صاحب کی ان تحریرات کی بنا پر تقدس وعصمت میں مودودی صاحب کا مقام بڑا ہے یا حضرت داؤد اور حضرت نوح علیہما السلام کا......؟ (جاری۔۔)

مولانا نور محمد تونسوی مدظلہ

# جناب خالد محمود صاحب علوی کے......اعتراضات کے جوابات

محترم ومکرم جناب خالد محمود علوی صاحب وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

گذارش ہے کہ آپ کا غم وغصہ سے بھرا ہوا بغض نامہ موصول ہوا۔ ماشاء اللہ آپ نے اپنے خط میں خوب بھڑاس نکالی، اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو شایان شان جزا عطا فرمائے۔ چونکہ اہل حق کے خلاف آپ کا غصہ ایک بے جا حرکت ہے جس پر ہم قرآن مجید کی آیت تلاوت کرتے ہیں "قل موتوا بغیضکم" ارشاد باری تعالیٰ ہے "یریدون لیطفؤا نورالله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکافرون"۔ اب آپ بالتفصیل نمبروار اپنے اعتراضات کے جوابات سنئے!

**اعتراض نمبر ا......**

آپ لکھتے ہیں:

''محترم شیخ صفدرؒ نے صفحہ ۱۰۴۔۱۰۵ پر لکھا ہے کہ......:''اور بعض علماء ملت جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند بھی ہیں، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا معنی یہ کرتے ہیں کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں [جمال قاسمی، ص:۱۵]''......تو محترم! یہ بتائیں کہ حضرتؒ (نانوتوی) کے علاوہ وہ کون سے بعض علماء امت ہیں کہ جو وفات کا یہ معنی کرتے ہیں جبکہ اس کو حضرتؒ کا تفرد بھی کہا جاتا ہے۔؟''

**الجواب** باسم ملهم الصواب:

محترم جناب خالد محمود صاحب! آپ نے تسکین الصدور کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا تعلق طبع اول سے ہے۔ بہرحال آپ کی پیش کردہ عبارت تمام ایڈیشنوں میں موجود ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ اعتراض کہ امام اہل سنتؒ نے فرمایا ہے کہ: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ساتھ کچھ اور علماء بھی ہیں۔ اور آپ کا سوال یہ ہے کہ ان دیگر علماء کا نام بتایا جائے، تو لیجئے۔ حضرت نانوتوی کے ساتھ چند اور علماء بھی ہیں:

(ا)......حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ مدرس: دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

"فمثله صلی الله علیه وسلم بعد وفاته کمثل شمع فی حجرة اغلق بابها فهو مستور عمن خارج الحجرة ولکن نوره کما کان بل ازید ولهٰذا حرم نکاح ازواجه بعده صلی الله

علیه وسلم ولم یجر احکام المیراث فیما ترکه لانهما من احکام الموت "
[حاشیه نورالایضاح۔ص:۱۸۹]

**(۲)......امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

"قال شیخنا احمد بن عمر: والذی یزیح هذا الاشکال ان شاء الله تعالیٰ ان الموت لیس بعدم محض، وانما هو انتقال من حال الیٰ حال.......... الیٰ غیر ذالك مما یحصل من جملته القطع بان موت الانبیاء انما هو راجع الیٰ انٍ غیبوا عنا بحیث لاتدرکهم، وان کانوا موجودین احیاء، وذالك کالحال فی الملائکة فانهم موجودون احیاء ولایراهم احد من نوعنا الا من خصه الله بکرامته من اولیائه"[التذکره للقرطبی،ص:۱۹۱]

**(۳)......علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

"الیٰ غیر ذالك مما یحصل من جملته القطع بان موت الانبیاء انماهو راجع الیٰ ان غیبوا عنا بحیث لاندرکهم وان کانوا موجودین"[کتاب الروح،ص:۵۱]

**پس معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں یہ معنی کرنے والے صرف حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نہیں ہیں بلکہ اور بھی علماء ان کے ہم خیال ہیں۔**

لہٰذا یہ حضرت نانوتوی کا تفرد نہ رہا۔اور جن علماء نے اس کو حضرت نانوتوی کا تفرد قرار دیا ہے وہ بھی معذور ہیں کیونکہ ان حضرات کو دوسرے علماء کا حضرت نانوتوی کے ہم خیال ہونا معلوم نہ تھا اس لیے انہوں نے حضرت نانوتوی کا تفرد قرار دے دیا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اور بھی علماء حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے ہم خیال ہیں۔لیکن حیرت ہے آپ کی عجلت پسندی پر کہ آپ نے تحقیق سے قبل حضرت امام اہل سنتؒ پر اعتراض کر دیا۔تحقیق فرما لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ واقعی حضرت نانوتوی کے اور علماء بھی ہم خیال ہیں۔

**اعتراض نمبر۲......**

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''محترم شیخ صفدرؒ نے صفحہ ۱۰۸ میں سلمہ بن سعید کی بابت لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر ان کو صدوق کہتے ہیں۔[تقریب،ص:۴۸۸] حالانکہ آگے لفظ "عابد ربما وهم من التاسعة" اسی راوی کے بارے میں تھا وہ کیوں نہیں لکھا؟ یہ علمی خیانت اور وہ بھی امام اہل سنت۔اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔آمین۔''

**الجواب** باسم ملهم الصواب:""

محترم خالد محمود صاحب! سلمہ بن سعید حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون" کا راوی ہے محدثین نے اس کو ثقہ اور صدوق کہا ہے اور اس کی حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔باقی رہا آپ کا یہ اعتراض کہ امام اہل سنت رحمہ اللہ نے ربما وهم چھوڑ کر خیانت کی ہے تو آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ ربما وهم کا لفظ جرح کی کونسی قسم ہے جس سے راوی صدوق اور ثقہ نہیں رہتا؟ اگر واقعی اس کلمہ سے راوی صدوق و ثقہ نہیں

رہتا تو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے صدوق کیوں کہا ہے؟ پس جب ایک راوی صدوق ہے اور ''ربما وہم'' کے کلمہ سے اس کا معیار صداقت بھی برقرار رہتا ہے تو اس کے چھوڑنے سے خیانت لازم نہیں آتی۔ باقی راویان حدیث اور محدثین کی جماعت انسان ہیں، وہم ہو جانا ایک معمولی سی بات ہے، چنانچہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مَن ذا سلم من الوهم"[لسان المیزان، ج:۱،ص:۱۷] وہم سے کون بچ سکتا ہے؟الا مَن عصمه الله

پس آپ کا یہ کہنا کہ امام اہل سنت رحمہ اللہ نے خیانت کی ہے، ایک قسم کی الزام تراشی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو الزام تراشی سے محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔ بجاہ النبی الکریم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

**اعتراض نمبر ۳......**

**خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:**

''محترم شیخ صفدرؒ چھٹی دلیل دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ: "وقال غریب قطعا،ص:۲۵ جلاء الافهام لحافظ ابن القیم" تو محترم "وقال غریب قطعا" کا لفظ جلاء الافہام کے اندر سرے سے ہے ہی نہیں تو اس کتاب میں کیوں درج کیا؟ کیا ایسی ہی باتوں کی وجہ سے امام اہل سنت کا لقب ملتا ہے؟ اگر یہی باتیں کسی دشمن بدعتی مشرک کے ہاتھ لگ گئیں تو وہ علماء دیوبند کے بارے میں کیا رائے رکھے گا جبکہ اس پر علماء دیوبند کے بڑے بڑے اکابر کی تقریظیں بھی موجود ہیں؟''

**الجواب** باسم ملهم الصواب:

جناب خالد محمود صاحب! امام ابن قیم کی کتاب جلاء الافہام میرے سامنے رکھی ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۸ پر ابو شیخ کی کتاب "کتاب الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم" کے حوالہ سے حدیث "من صلیٰ علیّ عند قبری سمعته"[الحدیث] لکھی ہوئی ہے اور آخر میں یہ جملہ بھی لکھا ہوا ہے "وهذا الحدیث غریب جداً"[جلاء الافهام،ص:۱۸] اور امام اہل سنت رحمہ اللہ نے بھی چھٹی دلیل کے آخر میں یہی لکھا ہے "وقال غریب جدا"۔ تو الحمد للہ امام اہل سنت رحمہ اللہ نے کوئی جھوٹ نہیں بولا بلکہ جو کچھ فرمایا وہ حق سچ ہے۔ جو کچھ اصل کتاب میں تھا انہوں نے نقل فرمایا اس میں کوئی قطع و برید نہیں کی۔ نامعلوم آپ نے کیسے کہہ دیا کہ "غریب قطعا" جلاء الافہام میں ہے ہی نہیں؟ ہاں ''قطعا'' کا لفظ تو آپ کی اپنی ایجاد ہے، جلاء الافہام میں ''جدا'' کا لفظ ہے اور حضرت امام اہل سنت نے بھی ''غریب جدا'' ہی لکھا ہے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ساری شامت اکابر علماء اسلام کی گستاخی کرنے کی ہے کہ آپ دیانت وصداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں اور آپ کو اس کا احساس بھی نہیں ہو رہا۔ آپ کی تسلی کے لیے بندہ عاجز جلاء الافہام کے اس صفحہ کا فوٹوسٹیٹ بھی آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہے، شاید آپ کو نظر آجائے۔

اعتراض نمبر ۴......

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

''آپ کے شیخ نے چھٹی دلیل جو دی ہے اور وہ ابوشیخ اصبہانی کی سند ہے تو برائے کرم آپ سے گذارش ہے کہ اس روایت کا اصل ماٴخذ پیش فرمائیں۔ لیکن یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ "کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور "کتاب الثواب" والے ماٴخذ قبول نہیں کیونکہ یہ کسی کتب خانہ میں دستیاب نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو دکھائیں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔''

**الجواب** باسم ملهم الصواب:

محترم خالد محمود صاحب! ابوشیخ کی کتاب "کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے سامنے ہے جس سے انہوں نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے اور باقاعدہ سند کے ساتھ حدیث لکھی ہے، لہٰذا ابوشیخ کی یہ کتاب حدیث "من صلی علی عندقبری" کا اصل ماخذ ہے اس کے علاوہ کسی اور اصل کا مطالبہ کرنا مبنی بر جہالت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: "واخرجه ابو شیخ فی "کتاب الثواب" بسند جید بلفظ "من صلیٰ علیّ عند قبری سمعته، ومن صلیٰ علیّ نائیاً ابلغته" [فتح الباری، ج:٦، ص:٦٠٣]"۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں: "وسنده جید" [القول البدیع، ص١١٦]۔ ملا علی قاری بھی اسکو "بسند جید" فرماتے ہیں [مرقاۃ۔ ج:۲، ص:۱۰]۔ نواب صدیق حسن صاحب بھی فرماتے ہیں: اسناده جید [دلیل الطالب، ص:٨٤٤]۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: "بسندٍ جید"۔

[فتح الملہم، ج:۱، ص:۳۳۰]

محترم خالد صاحب! جب اتنے سارے محدثین ابوشیخ کی اس سند پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی سند کو جید قرار دیتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں ایک صداقت سے تہی دامن اور جانب دار آدمی کہتا ہے کہ مجھے اکابر کی نقول پر اعتماد نہیں ہے مجھے اصل ماٴخذ دکھاؤ تو اس کی بات کی کیا حیثیت باقی رہ سکتی ہے؟ آپ کی ان لغو باتوں سے نہ تو ابوشیخ کی کتاب پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی حدیث "من صلیٰ علیّ عندقبری سمعته" پر، کیونکہ علماء اسلام اس پر اعتماد کر چکے ہیں۔ اگر آپ پھر بھی بضد ہیں تو چلو کم از کم اپنے بزرگوں پر ہی اعتماد کر لیجیے! شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی نگرانی میں چھپنے والے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' [ص:۴۸۔ اکتوبر ۱۹٦۷] میں لکھا ہے ''اس حدیث کی سند میں جو سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے۔ اور حدیث ہٰذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: "قال نقلا

عن الشیخ، ورواہ ابو شیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید“ ۔اگر پھر بھی آپ کا دل نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ کتابیں دستیاب نہیں ہیں۔تو ہمیں آپ کی اس بات پر بھی اعتماد نہیں، کیونکہ آپ کی کئی غلط بیانیاں ثابت ہو چکی ہیں۔اگر بالفرض یہ کتابیں اب تک طبع نہیں بھی ہوئیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ پہلا دور قلمی مخطوطات کا تھا جن اکابر نے یہ حدیث نقل کی ہے یقیناً ان کے سامنے ابوشیخ کی کتاب کا قلمی نسخہ ہوگا جس سے یہ حدیث انہوں نے نقل کی ہے۔ہمیں تو اکابر کی نقول پر اعتماد ہے، جو شخص اعتماد نہیں کرتا وہ جانے اور اس کا کام۔

**اعتراض نمبر ۵......**

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

”شیخ صفدر نے ساتویں دلیل جو بیان فرمائی ہے ”10“ ایڈیشن میں تو وہ حضرت نے حوالہ دیا ہے بخاری صفحہ ۴۹۰ کا۔تو محترم آپ سے یہ گذارش ہے کہ ”ثم لئن قام علی قبری، فقال یامحمدلا جیبنه“۔ والے الفاظ بخاری کے صفحہ نمبر ۴۹۰ سے یا پوری بخاری شریف میں کسی جگہ سے بھی نکال دیں اور دس لاکھ کا نقد انعام وصول کریں۔“

**الجواب** باسم ملهم الصواب:

محترم خالد محمود صاحب! بندہ عاجز کے پاس تسکین الصدور کا نسخہ طبع دوم کا ہے اس میں حدیث نزول ابن مریم کے حوالہ جات میں سرے سے بخاری کا حوالہ ہے ہی نہیں۔بعض اہل علم کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے بذریعہ فون مجھے بتایا کہ حضرت امام اہل سنتؒ نے جہاں بخاری شریف کا حوالہ لکھا ہے وہاں پہ ”اختصاراً ......یا...... مختصراً“ کا لفظ بھی موجود ہے،جس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ ساتویں دلیل جس میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا ذکر ہے مختصر انداز میں بخاری شرف کے اندر موجود ہے اور یہ حقیقت ہے اس میں کوئی شک نہیں۔اس حدیث کا ابتدائی حصہ جس میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر ہے بخاری شریف میں پائی جاتی ہے البتہ پوری حدیث جس میں ”لئن قام علی قبری فقال یامحمد! لاجیبنّه“۔کے الفاظ ہیں بخاری شریف کی بجائے مسند ابویعلیٰ میں پائی جاتی ہے اور ابویعلی کی اس حدیث کو محدثین کی جماعت نے صحیح کہا ہے۔تو محترم جب حضرت امام اہل سنتؒ نے بخاری شریف کا حوالہ دیتے وقت ”باختصار ...... یا ...... مختصراً“ وغیرہ الفاظ لکھ دیئے ہیں تو واضح فرما دیا ہے کہ یہ پوری حدیث بخاری میں نہیں ہے بلکہ مسند ابویعلیٰ میں ہے تو آپ کے اعتراض کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔بلکہ الٹا قابل گرفت تو آپ کی بات ہے کہ آپ نے ”اختصار“ کے لفظ کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر لیا اور حضرت امام اہل سنت پر اعتراض کر دیا۔

اس کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ اللہ تعالیٰ ذہنی آوارگی سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین۔ یارب العالمین، بجاہ النبی الکریم، صلی اللہ علیہ وسلم۔

**اعتراض نمبر ٦......**

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

''پھر مزید آپ یہ بتائیں کہ یہی روایت جو ''10'' ایڈیشن میں دلیل ہے یہ طبع اول میں بطور شاہد کے ہے اور 10 ایڈیشن میں جو بطور شاہد کے ہے وہ طبع اول میں بطور دلیل کے۔ محترم کیا یہی دیوبندیت ہے کہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہو۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ کے شیخ اہل حق کے خلاف قلم نہ اُٹھاتے تو آج یوں دوغلہ پن ان میں نہ آتا۔ بہرحال محترم! ٹھنڈے دل سے ان گذارشات کے جوابات دیں۔''

**الجواب** باسم ملھم الصواب:

محترم خالد محمود صاحب! بندہ عاجز کے پاس تسکین الصدور کا صرف ایک ہی نسخہ ہے جو طبع دوم ہے، اس میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے حدیث نزول ابن مریم کو ساتویں دلیل قرار دیا ہے۔ بذریعہ فون دوست احباب سے رابطہ بھی ہوا لیکن کوئی تسلی بخش بات سامنے نہیں آئی، اب صرف آپ کے کہنے پر کہ: ''ساتویں حدیث کو کہیں دلیل بنایا گیا ہے اور کہیں شاہد'' اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا آپ تسکین الصدور کے مطلوبہ مقام کا فوٹوسٹیٹ ہماری طرف روانہ کریں تاکہ صحیح صورت سامنے آجائے۔

اگر بالفرض حضرت امام اہل سنت نے ساتویں حدیث کو بطور شاہد کے پیش بھی فرمایا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ شاہد بھی ایک قسم کی دلیل ہوتی ہے۔

**قارئین کرام!**

یہاں تک تسکین الصدور پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات مکمل ہوئے۔ اور کچھ باتیں معترض نے بندہ عاجز سے بھی کی ہیں مثلاً بندہ کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ:

ا...... ''آپ کی کتاب 135 سوالات کے جوابات ملاحظہ کی ہے اور اس کے علاوہ بھی کچھ کتب آپ کی مطالعہ کی ہیں لیکن مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کیا ضرورت تھی آپ کو اتنا وقت صرف کرنے کی؟ اگر یہی وقت آپ باطل فرقوں کی تردید پر صرف کرتے تو رہتی دنیا تک آپ کا نام بھی قاطعین عقائد باطلہ کی لسٹ میں نمایاں رہتا۔''

جواباً...... گذارش ہے کہ: بندہ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں باطل کے خلاف ہی کام کیا ہے۔ اور اس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے، ناموری کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

٢...... ''یا پھر آپ اس مسئلہ کو بھی عقائد کے باب میں سمجھتے ہیں؟''

جواباً......گذارش ہے کہ: عقیدہ حیات انبیاء عقیدہ حیات قبر کی ایک اعلیٰ شاخ ہے اور حیات قبر کو شریعت کی اصطلاح میں عذاب قبر سے تعبیر کرتے ہیں اور عذاب قبر کو حیات لازم ہے اسی لیے ہمارے فقہاء کرام نے عذاب قبر کے منکر کو کافر کہا ہے۔[دیکھیے خلاصۃ الفتاویٰ، ج:۱،ص:۱۴۹...... فتح القدیر ج:۱، ص:۲۴۷......تمہید،ص:۱۲۵......رسائل بحر العلوم،ص:۹۹]

فقہاء کرام کے عذاب قبر کے منکر کو کافر قرار دینے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حیات قبر کے عقیدے کی کتنی قطعیت ہے۔اور آیا اس میں تاویل کی گنجائش ہے یا نہیں؟

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر کی پیروی میں صراط مستقیم پر چل کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی بے دینی بے راہ روی، گمراہی اور سلف بیزاری سے محفوظ رکھے۔آمین یارب العالمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

املاء: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی......خادم: جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ، لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

## اظہارِ تعزیت

☆......شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ (ظاہر پیر) کے فرزند ارجمند گذشتہ دنوں رحلت فرما گئے۔

☆......مناظر اسلام جانشین امین ملت حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ کے فرزند ارجمند بھی گذشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔

☆......دار العلوم مدنیہ بہاولپور کے شعبہ حفظ کے صدر مدرس حضرت مولانا قاری محمد امین مدظلہ کے والد محترم بھی وفات پا گئے۔

ادارہ ''صفدر'' کے جملہ خدام، مرحومین کے متعلقین سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے اور مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔آمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

# مسئلہ وحدۃ الوجود......اور......آل غیر مقلدیت

(......قسط نمبر 6......)

## ابن عربی کے خواب سے استدلال اور تائید

(۱) آل غیر مقلدیت کے بزرگ نور حسین گرجاکھی لکھتے ہیں:

''محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں میں پہلے رفع یدین نہیں کرتا تھا، پھر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھے تکبیر تحریمہ اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا حکم دیا۔فتوحات مکیہ، ج:۱،ص:۴۳۷'' [اثبات رفع یدین،ص:۴۷]

(۲) یہی خواب غرباء اہلحدیث کے بزرگ عبدالغفار دہلوی نے بھی اپنی کتاب ''رفع یدین،ص:۴۷'' میں نقل کیا ہے۔

غیر مقلدین کے پاس رفع یدین عندالرکوع کے حکم کیے جانے کی کوئی قولی حدیث چونکہ نہیں ہے اس لیے وہ ابن عربی کے خواب سے استدلال کر کے لوگوں کو تاثر دے رہے ہیں کہ رفع یدین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، لہٰذا یہ قولی حدیث سے ثابت ہوا۔مگر یہ عقدہ حل نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری رکعت کی ابتدا والے رفع یدین کا حکم کیوں نہیں فرمایا؟

ہم یہاں اس خواب کی شرعی حیثیت بھی نقل کر دیتے ہیں۔

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ صحیح ہے کہ انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند میں دیدار کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اصلی صورت میں دیکھے، چونکہ ہمارے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں کہ رویت کا دعویدار مصیب ہے یا مخطی؟ لہٰذا ہم اس کے دعوی رویت کے بارہ میں سکوت کرتے ہیں، بشرطیکہ اس کا بیان کردہ خواب کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو، اور وہ شخص صحیح العقیدہ ہو'' [توضیح الاحکام، ج:۲،ص:۶۵]

یعنی خواب دیکھنے والا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلی صورت میں دیکھے، خواب کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو اور خواب دیکھنے والا صحیح عقیدہ بھی رکھتا ہو تو بھی بہ تصریح علی زئی اس کا خواب حجت نہیں، مزید تفصیل کے لیے شرح مسلم نووی، ج:۱،ص:۱۸۔مقدمہ تحفۃ الاحوذی،ص:۱۵۳۔ھدایۃ السائل

الیٰ ادلة المسائل، ص:۴۲۳۔وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

**(۳) نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:**

''شیخ عارف محی الدین ابن عربی، صاحبِ فتوحات مکیہ نے......کہا ہے......میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ابن حزم سے معانقہ فرما رہے ہیں۔'' [التاج المکلل، ص:۹۰]

چونکہ بہت سے علماء نے ابن حزم کے ظاہر پن کی وجہ سے ان پر تنقید کی ہے، اس لیے نواب صاحب ان کی شخصیت کو مقبول بنانے کے لیے ابن عربی کے خواب کا سہارا لے رہے ہیں۔

## ابن عربی کے علوم کی تلخیص واختصار

اہل علم میں یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جو کتاب ضخیم ہوتی ہے اسے چونکہ کم ہمت یا مصروف لوگ نہیں پڑھ سکتے اس لیے اس کی تلخیص کر لی جاتی ہے۔ابن عربی کی کتاب ''فتوحات مکیہ'' کا بھی اختصار کیا گیا تا کہ کم ہمت وفرصت لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔اختصار وتلخیص کرنے والے کون ہیں، ان کا مقام کیا ہے؟ ذیل میں اس کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

التاج المکلل میں لکھا ہے:

"اختصر كتابه الفتوحات الشيخ عبدالوهاب بن احمد الشعرانی المتوفی سنه۹۷۳ وسمی ذالك المختصر "لواقح الانوار القدسية المنتقاة من الفتوحات المكية" ثم اختصر هذا المختصر وسماه "الكبريت الاحمر من علوم الشيخ الاكبر"

ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کا اختصار شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ نے کیا اور اس مختصر کا نام "لواقح الانوار القدسية المنتقاة من الفتوحات المكية" رکھا، پھر اس مختصر کا بھی (مزید) اختصار کیا اور اس کا نام "الكبرية الاحمر من علوم الشيخ الاكبر" تجویز فرمایا۔

[التاج المکلل، ص:۱۲۲، مؤلفہ: نواب صدیق حسن خان]

ابن عربی کی کتاب ''فتوحات مکیہ'' کا اختصار کرنے والے علامہ شعرانی نے یہ بھی کہا ہے:

"قول المنكرين فی حقه مثل غثاء وهباء لايعبأ به" یعنی ابن عربی کے متعلق منکرین (مخالفین) کا قول کوڑے اور حقیر ذرّات کی مانند ہے جن کی پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں۔''

[التاج المکلل، ص۱۲۴]

آل غیر مقلدیت کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے ابن عربی کو ''شیخ اکبر کبریت احمر'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[معیار الحق، ص:۱۸۹]

حقیقت حال کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے، لیکن اندازہ یہی ہے کہ میاں صاحب نے یہ الفاظ علامہ شعرانی کی اختصار کردہ کتاب ''الکبریت الاحمر من علوم الشیخ الاکبر'' کے پیش نظر کہے ہیں، اگر بات یہی ہے تو اتباع کو جائز اور تقلید کو بدعت کہنے والے زبیر علی زئی مماتی غیر مقلد یہاں وضاحت کریں کہ میاں صاحب کا علامہ شعرانی کی پیروی میں ابن عربی کو ''کبریت احمر'' کہنا اتباع ہے یا تقلید؟

تلخیص واختصار کے ذریعہ ابن عربی کے علوم سے استفادہ کو آسان وعام کرنے والے علامہ شعرانی کو میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے صاحبِ کرامت بزرگ اور ولی قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''امام عبدالوہاب شعرانی مصر کے اولیاء اللہ سے تھے، ۹۷۳ھ میں فوت ہوئے، مجھ نابکار کو ان سے بہت عقیدت ہے۔ ۱۳۳۰ھ کے سفر حج کے ضمن میں مصر، حیفا، یافہ، بیت المقدس اور دمشق کا سفر کیا اس (سفر) میں ان کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی اور ان کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھی۔''

[تاریخ اہلحدیث، ص:۱۴۲]

میر صاحب نے ایک جگہ علامہ شعرانی کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا:

اس گنہگار کو سب بزرگانِ دین کی طرح ان سے بھی کمال حسن وعقیدت ہے اور میں نے ان کی کتب سے سلوک وفروع کے متعلق بہت فیض حاصل کیا، اللھم زدنی حب الصالحین۔''

[تاریخ اہلحدیث، ص:۱۳۶]

زبیر علی زئی صاحب وضاحت فرمائیں کہ میر صاحب کا شعرانی کے کلام سے فیض حاصل کرنا اتباع ہے یا تقلید؟

میر صاحب نے علامہ شعرانی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا:

''شریعت وطریقت ہر دو کے جامع تھے، صاحبِ کرامت تھے......ان کی کتاب میزان کبری مشہور ہے، الحمدللہ اس فقیر کے پاس موجود ہے صاحبِ تصنیف ہیں ان کی سب تصانیف مفید اور مقبول علماء ہیں، مجھ زلہ ربائے کو ان سے کمال عقیدت ہے۔'' [تاریخ اہلحدیث، ص:۴۳۷]

میر صاحب کے قول ''ان کی سب تصانیف مفید اور مقبول علماء ہیں'' سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی ابن عربی کے علوم کی تلخیص والی کتابیں بھی فائدہ مند اور علماء کے ہاں قبولیت کا درجہ رکھتی ہیں۔

(جاری ہے۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور

# معطر یادیں

حضرت (امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ) کو پہلی بار بندہ نے اس وقت دیکھا جب وہ مادر علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تشریف لائے راقم اس وقت درجہ ابتدائیہ کا طالب علم تھا۔ یہ اسّی کی دہائی کی بات ہے۔ ہم نے سنا کہ آج ایک بڑے عالم آرہے ہیں جن کو قرآن کریم کے درس اور مسائل اختلافیہ میں تحقیق واحقاق حق کا بڑا ذوق ہے۔ حضرت جب تشریف لائے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ بلکہ ایسا یاد پڑتا ہے کہ نیلے یا مٹیالے رنگ کا تھا جس پر سیاہ پٹیاں اور سنہری لکیریں تھیں۔ پروقار اور بارعب چہرہ، صحت منداور چاق وچوبند جسم، حلیے سے ایک خاص طرح کی عالمانہ شان ٹپکتی اور اطوار وانداز سے نرمی اور ملاحت جھلکتی محسوس ہوتی تھی۔ اس وقت حضرت نے جامعہ میں بیان نہیں فرمایا۔ ایسا یاد پڑتا ہے حضرت عمرے پر جارہے تھے یا واپس تشریف لائے تھے۔ وقت کم تھا اس لیے کسی بیان یا تقریب کی نوبت نہیں آئی۔ اس وقت اندازہ نہ تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ حضرت کو بہت قریب سے دیکھنے بلکہ ان کی شاگردی اور پھر میزبانی کا شرف حاصل ہوگا۔ اس کا تذکرہ میں کچھ آگے چل کر کروں گا۔

حضرت کی کتابوں سے استفادہ کا موقع ملتا رہا۔ خصوصاً تخصص فی الفقہ کے زمانے میں ان تحقیقی تحریروں کی بار بار مراجعت نصیب ہوئی۔ حضرت کی بعض کتابیں تو ایسی سکہ بند تصنیف ہیں کہ اپنے موضوع پر حرفِ آخر ہیں۔ ان کے لفظ لفظ سے تحقیق اور علمیت اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اپنا آپ منواتی نظر آتی ہے۔ حوالہ جات کی نقل میں احتیاط، خصوصا مخالفین کی عبارات پر تنقید وتبصرے کے وقت اس کے سیاق وسباق کے لحاظ کے ساتھ محتاط نقل اور معتدل تجزیہ وتعبیر آپ کا خاصہ تھا۔

حضرت کے پاس تفصیل سے کچھ دن گزارنے کا موقع 1992ء میں اس وقت ملا جب دورہ تفسیر کے دوران نصرت العلوم میں حاضری ہوئی۔ حضرت کا سبق کے لیے تشریف لانے کا خاص انداز تھا۔ جب گھر سے تشریف لاتے تو کوئی نہ کوئی معتقد، مرید یا حاجت مند پہلے سے انتظار میں ہوتا۔ تعویذ کی درخواست ہوتی۔ حضرت چھوٹی سی پرچی جیب سے نکالتے، دو انگلیوں کا تکیہ بنا کر اس پر کچھ تحریر فرماتے اور خاص طرز سے لپیٹ کر سائل کے حوالے کر دیتے۔ عجیب بے لوث فقیری کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ حضرت کا مخصوص انداز اب تک نظروں کے سامنے ہے۔ دورۂ تفسیر کے دران ایک مرتبہ کچھ بچوں کا حفظ القرآن الکریم مکمل ہوا۔ تفسیر

کے سبق میں ہی حضرت نے حفاظ بچوں اور ان کے ورثا کو بٹھا کر اصلاحی وعظ فرمایا۔ دونوں کو ان کے لحاظ سے نصیحتیں فرمائیں۔ اس دن اندازہ ہوا کہ طلبہ کی طرح عوام کے لیے بھی حضرت کتنے شفیق ہیں۔ اللہ والوں کی بات بھی کیا شان ہوتی ہے؟ جن عناصر سے مل کر صاحبِ قرآن مومن وجود میں آتا ہے وہ ان کے کردار میں یوں رچے بسے ہوتے ہیں کہ اللہ کی برہان آنکھوں سے دکھائی دیتی ہے۔

حضرت کا درس تو سبحان اللہ! ایسے لگے بندھے الفاظ اور ایسا جچا تلا انداز کہ دریا کو کوزے میں سمیٹ دے۔ پھر اس پر اپنے موضوع سے شغف، لگن اور وہ فدائیت وفنائیت کہ جو صاحبِ فن شخصیات کو جاوداں بنا دیتی ہے۔ آپ قرآن کریم کے سبق کو کسی خاص موضوع میں مقید نہیں کرتے تھے۔ ہمہ گیر اور ہمہ پہلو درس دیتے تھے۔ اختلافی مسائل میں احتیاط واعتدال تو قابلِ دید اور قابلِ تقلید تھی۔ یہ عاجز جب حضرت سے پڑھنے گیا تو تدریس کا آغاز کیے ایک دو سال ہو چکے تھے۔ سبق کے دوران روحانیت اور سکینیت کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے سبق سے توجہ ہٹنے نہ پاتی تھی۔ ذہنی ارتکاز اور یک سوئی کی یہ کیفیت کہ ایک سپارہ ایک رکوع جتنا مختصر معلوم ہوتا تھا۔ بندہ نے پانچ سپاروں کی تقریر عربی میں اپنے پاس درج کی۔ پھر واپس آ کر اس کی مدد سے ترجمہ اور جلالین کے اسباق پڑھاتا رہا۔

شاگردی کا شرف حاصل ہونے کے بعد ایک مرتبہ حضرت الاستاذ کی میزبانی کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ہوا یوں کہ حضرت مفتی جمیل احمد خاں صاحب شہید رحمہ اللہ حضرت کے عاشق اور خادم تھے۔ ان کی دعوت پر امام اہل سنت نے کراچی اور اہلیانِ کراچی کو شرف زیارت بخشا تو جناب خاں صاحب نے جہاں مختلف محافل اور تقاریب کا انعقاد فرمایا وہاں ایک دعائیہ تقریب گلشن اقبال میں واقع جامع مسجد قبا کے عین سامنے کے میدان ہوئی۔ یہ قطعہ اراضی جناب خاں صاحب کو ''اقرا'' اسکول قائم کرنے کے لیے عطیہ کیا گیا تھا اور انہوں نے حضرت سے اس جگہ کا سنگ بنیاد رکھوا کر دعائے خیر کے لیے تشریف لانے کی زحمت دی تھی۔ اس کے سامنے ہی وہ مسجد تھی جس میں یہ عاجز امامت ودرس کی خدمات انجام دیتا تھا۔ بڑی خوش نصیبی اور سعادت کا لمحہ تھا وہ دن جب حضرت امام اہل سنت کے قدم اس جگہ لگے اور جناب مفتی صاحب شہید کی وجہ سے ہمیں بھی اپنے فقیری ڈیرے پر حضرت کی زیارت اور میزبانی کی سعادت نصیب ہوئی جس کا عام حالات میں تصور بھی نہ تھا۔

ضرب مومن نے جب پاکستان کے مختلف مدارس کا تعارف اخبار میں دینا شروع کیا تو عکاس اور تبصرہ نویس حضرات کی ایک جماعت حضرت کا ہاں بھی جا پہنچی۔ مدرسہ نصرت العلوم کے علاوہ گکھڑ منڈی حضرت کی مسجد اور اقامت گاہ کی تصاویر ''شعبہ محفوظات'' میں اہتمام سے رکھی گئی ہیں اور ہم گاہے گاہے ان کو لگا کر حضرت کے تلامذہ ومریدین کی دعائیں اور نیک تمناؤں کا استحقاق تازہ بہ تازہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب بندہ کے انتہائی مہربان دوست اور مشفق ساتھی ہیں۔ آپ کو حضرت امام اہل سنت نور اللہ مرقدہ سے خصوصی شرف تلمذ حاصل تھا۔ان کے ذوق کے نمایندہ و ترجمان بھی تھے اوران سے خاص عقیدت وصحبت بھی تھی۔ جناب شیخوپوری صاحب جب حضرت کی خدمت میں آتے جاتے اور پھران کی زبانی حضرت امام اہل سنت کے حالات سنتے یا ان کی تحریروں میں اپنے استاذ گرامی کا تذکرہ پڑھتے تو یقین مانیے لطف آجاتا تھا۔جی کو تسکین مل جاتی تھی۔اتنے میں ''المصطفیٰ'' کے ''امام اہل سنت نمبر'' کی زیارت نصیب ہوئی جو ماشاء اللہ 900 ضخیم صفحات پر مشتمل ہے اور حضرت کی صحبتوں کی یادگار اور آپ کی علمی و اصلاحی مجددانہ خدمات کا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ انسان اسے پڑھتا جائے اور عقیدت و محبت کے ان پھولوں کی خوشبو سے دل ودماغ کو معطر کرتا چلا جائے جو ہر صاحب مضمون نے اپنے اپنے انداز میں اپنے استاد اور شیخ کے لیے نچھاور کیے ہیں۔ یہ مجموعہ حضرت کے خانوادے میں سے ہی ایک ہونہار سپوت نے مرتب کیا ہے اور ماشاء اللہ اس عمر میں ادارے کے کرنے کا کام تن تنہا انجام دیا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں ظاہری وباطنی ترقیاں اور کامیابیاں نصیب فرمائے۔ یہ عاجز جب حضرت کی حیات پر اور پھر اس مجموعے پر نظر ڈالتا ہے تو اسے آپ کی علمی خدمات میں وہی دو چیزیں واضح اور ممتاز نظر آتی ہیں جو شروع میں عرض کیں۔علوم قرآن کی تعلیم وتدریس اور تحقیقی تصانیف کا خاص ذوق۔ یہ دونوں چیزیں ناپید ہوتی جارہی ہیں اور ایک ہی شخصیت میں تو شاید ہی یکجا ملیں گی۔ حضرت کے جانشینوں، شاگردوں اور مستفیض ہونے والے اہلِ علم کو ان ''اثرات خیر'' کے جاری رکھنے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کو اعلیٰ علیین میں اپنے مقربین خاص میں جگہ عطا فرمائے۔آپ کے ظاہری و باطنی فیوضات کو تا قیامت جاری وساری رکھے اور آپ کے تلامذہ ومریدین کو آپ کے صدقات جاریہ کے حسن تسلسل کا ایسا ذریعہ بنائے جس کے ثمرات سے خلق خدا تادیر استفادہ کرتی رہے۔آمین یارب العالمین

☆......☆......☆......☆

مولانا زاہد حسین رشیدی

نواسۂ رسول کی شہادت کے موقع پر ماتمی فضا

# حقیقت کیا؟ فسانہ کیا؟

ہماری یہ سطور جب اشاعت پذیر ہوں گی تو ماہ محرم الحرام کا آغاز ہو چکا ہوگا بعض دوسرے ممالک اور بالخصوص پاکستان میں اہل تشیع اپنے محدود حجم کے باوجود ایک بھاری اکثریت کو اپنے مخصوص ماتمی ماحول سے متاثر کر چکے ہوں گے، جگہ جگہ ناکے لگے ہوں گے، روڈز بلاک ہوں گے، چہرہ اور سینہ پیٹتے ماتمی جلوس آہ وبکا کرتے گلی کوچوں میں دہشت پھیلا رہے ہوں گے، ماتمی واعظین اپنی مخصوص سرتال سے فضا مغموم بنانے کی سعی کر رہے ہوں گے، آزاد میڈیا پر نوحے اور قصیدے جلتی پر تیل کا کام دے رہے ہوں گے، یوں ایک اقلیتی گروہ اکثریت کے حقوق پامال کرے گا، پولیس اور دیگر فورسز سیکورٹی میں ملکی ناپید وسائل جھونک دیں گے، جگہ جگہ ناکوں سے مریضوں اور طلبہ سمیت ہر طبقہ کو پریشانی اٹھانی پڑے گی اور سب سے بڑھ کر یہ ماتمی ذاکرین اور نوحہ خواں حضرات اشارتاً یا صراحتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنتی تربیت یافتہ جماعت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نارواطعن وتشنیع کا نشانہ بنائیں گے جو دل آزاری کا باعث بھی بنے گا اور اشتعال کا بھی۔سوال یہ ہے کہ جب ایک اقلیت اپنی ایک ریت کو نبھانے کیلئے پورے ملک کے سیکورٹی سسٹم کو داؤ پر لگا دیتی ہے اکثریت کے حقوق کی پامالی اور دل آزاری کا باعث بنتی ہے تو ارباب اقتدار جنکی ذمہ داری بنتی ہے ملک کے امن وامان اور اکثریت کے حقوق کی پامالی کا سدباب کرنا اس کا کوئی قابل قبول حل کیوں نہیں تجویز کرتے؟ کیوں ان کو قائل اور پابند نہیں کیا جاتا کہ آپ اپنی یہ ماتمی ریت امام باڑوں میں رہتے ہوئے پوری کریں؟ اور غور طلب امر تو یہ بھی ہے کہ پوری قوم کو مسائل اور سیکورٹی رسک سے دوچار کرنا اور بالخصوص اہل سنت کی مقدس شخصیات کو نشانہ بنا کر ذہنی اذیت سے دوچار کرنا اسلام کہلا سکتا ہے؟ جبکہ حدیث مبارکہ میں مسلم کی تعریف یوں کی گئی ہے:”المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويديه“[بخاری، جلد ۱] مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ماتمی فضا سے معاشرے پر پڑنے والے منفی اثرات کے بعد ہم ماتم وتعزیہ کی شرعی پوزیشن کی وضاحت بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ہماری مقتدر انتظامیہ اس معاملہ کو اپنا دینی فریضہ بھی سمجھے اور انتظامی تقاضا بھی......اور ہمارے قارئین بھی ان سطور کو پڑھنے کے بعد اپنے گردونواح میں اپنی بساط کے مطابق کوئی تبلیغی یا انتظامی کردار ادا کرسکیں۔

## شہید کربلا کی شہادت اور قرآنی بشارات

نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہمارے نزدیک جنتی جوانوں کی سرداراور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، چنانچہ تاریخ کامل ابن کثیر جلد ۴، ص: ۶۲ کی یہ عبارت ہمارے سنی نظریات کا حصہ ہے:”ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لي ولاخي: انتما سيدا شباب

اھل الجنة وقرة عین اھل السنة'' تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔

نسبت پیغمبر اور شرف صحابیت کی عالی فضیلتوں کے بعد کربلا کے میدان میں آپ کی مظلومانہ شہادت آپ کی بلند پایہ شخصیت کو چار چاند لگا دیتی ہے اور آپ ان سینکڑوں قرآنی آیات کے مصداق قرار پاتے ہیں جن میں شہداء کے فضائل و مناقب کا ذکر ہے، چند ایک آیات ملاحظہ کیجیے:

۱......''ان اللہ اشتریٰ من المؤ منین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنة، یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون، وعدا علیہ حقا فی التورٰة والانجیل والقرآن، ومن اوفیٰ بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ، وذالك ھو الفوز العظیم''[التوبہ،آیت ۱۱۱]

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس کی قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں، پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں، وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ سچا تورات، انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ؟ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو کیا ہے تم نے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔
[ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ]

۲......'' وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُواۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ أَمۡوَاتاً بَلۡ أَحۡیَاء عِندَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُونَ، فَرِحِیۡنَ بِمَا آتَاہُمُ اللّٰہُ مِن فَضۡلِہِ وَیَسۡتَبۡشِرُونَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُواۡ بِہِم مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ أَلَّا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُونَ،یَسۡتَبۡشِرُونَ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضۡلٍ وَأَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ أَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ''[آل عمران،آیت]

اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے ہیں اللہ کی راہ میں، مردے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا اللہ نے ان کو اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس، ان کے پیچھے سے، اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم۔ خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔[ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ]

محترم قارئین! مذکورہ بالا آیات پر ایک مرتبہ پھر نظر دوڑایئے! شہادت ایک وقتی سانحہ ضرور ہوتی ہے تاہم اس کی بدولت اللہ کی طرف سے جن انعامات اور مراتب سے شہید کو نوازا جاتا ہے وہ نہ صرف ان کے لیے خوشی کا باعث اور قابل فخر ہوتے ہیں بلکہ بعد والوں کے لیے تقلید اور پیروی کا سامان بھی ثابت ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر فرمائی کہ کاش میں بار بار اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں، روایت ملاحظہ کیجیے:''لوددتُ انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل۔'' میری خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔[کنز العمال، ج:۲، جز:۴، ص:۱۲۴]

شہید کے لیے قرآنی اسناد اور نبوت کی شہادت کے لیے بار بار کی تمنا کے بعد بھی کربلا کے شہید اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر کے لیے افسوسناک ماحول بپا کیے رکھنا عبادت قرار دیا جا سکتا ہے؟ وہ بھی ایسی صورت میں اس سے ملکی وسائل اور امنِ عامہ داؤ پر لگ جائے؟ یقیناً شہادت اور عبادت جو اللہ کا خاص عطیہ ہے اور باعث

رحمت، کبھی امت کی اکثریت کے لیے زحمت کا باعث بن سکتا ہے؟

## کیا ماتمی جلوس اور تعزیہ عبادت ہیں؟

سوادِ اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں قرآن وسنت کی روشنی میں شہادت جیسی عظیم نعمت پر واویلا کرنا ''بے صبری'' کہلاتا ہے اور از روئے شرع ناجائز۔ تحقیق وتفصیل کے لیے قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی تالیفات ''ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟'' (اسی شمارہ میں شامل ہے۔) اور "بشارت الدارین بالصبر علیٰ شهادة الحسنين" مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔

نیز حضرت قائد اہل سنت کے والد گرامی رئیس المناظرین حضرت مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کی تالیف ''فیض باری فی ردتعزیہ داری'' جو حال ہی میں ''قاضی کرم الدین دبیر اکیڈمی'' کی طرف سے دوبارہ شائع کی گئی ہے، لائق مطالعہ ہے۔ یہاں ہم مذکورہ کتاب سے صرف ایک اقتباس پر اکتفا کرتے ہیں:

" وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا......الخ" جو لوگ خدا کے راستے میں قتل ہوں (شہید ہوں) ان کو مردہ مت خیال کرو، کیونکہ وہ زندہ ہیں خدا کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں، انعام الٰہی پر خوشی مناتے ہیں''۔ان آیات سے ثابت ہے کہ شہداء زندہ ہیں، ان کو مردہ خیال کرنا بھی ناجائز ہے، پھر امام حسین رضی اللہ (شہید اکبر) کے ماتم کرنے والوں سے ہمارا سوال ہے کہ بمطوق آیات مذکورہ تم ان کو زندہ سمجھتے ہو یا مردہ؟ زندہ ہیں تو ان کا ماتم ناروا ہے۔ مردہ سمجھو تو قرآن کے نافرمان ہو۔ بہرحال زندوں کا ماتم کرنا احمقوں کا کام ہے، جب شہادت کی وجہ سے وہ اعلیٰ مدارج کو پہنچ گئے اور بہشت میں ناز ونعم سے الوانِ نعمت الٰہی کھا رہے ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں تو ان کا ماتم عقل ونقل کے خلاف بے شعوروں اور نافرمانوں کا کام ہے۔ [فیض باری............ص:۱۶]

یہاں اس چیز کی وضاحت بھی مذکورہ مسئلہ کی حقیقت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اہل تشیع کے مفسرین اور اہل علم بھی ماتم اور اس کی دیگر صورتوں کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے!

۱......کافی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو مردوں نے بیعت کی، پھر عورتیں بیعت کرنے آئیں تو خدا نے یہ پوری آیت نازل فرمائی "یاایھاالنبی ......الخ ۔اس وقت ہندہ نے تو یہ کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو جب کہ وہ چھوٹے تھے پرورش کیا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔ اور ام الحکم بنت حارث بن ہشام نے جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھیں، یہ عرض کی: وہ نیکی جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں وہ کیا ہے؟ فرمایا: ''وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو! اپنا منہ نہ نوچو، اپنے بال نہ کھسوٹو، اپنے گریبان چاک نہ کرو، اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کر کے نہ رو۔'' پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی باتوں پر جو آیت وحدیث میں مذکور ہیں بیعت لینی چاہی۔ [شیعہ مفسر مقبول احمد دہلوی۔ ترجمہ مقبول استعلال پریس لاہور۔]

۲......ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وقت وفات جناب سیدہ سے کہا کہ: ''اے فاطمہ! جب میں مرجاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔ [علامہ باقر مجلسی، جلاء العیون، مترجم اردو، حصہ اول، ص:٦٧]

۳......سید الشہداء امام حسین نے کربلائے معلیٰ میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا:

''اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اس کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو، پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہراء کی بیٹی ہو۔ جب انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت پر صبر فرمایا تھا، تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔

[علامہ باقر مجلسی، جلاء العیون، مترجم، ص:۳۸۲]

## گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

ہر منصف مزاج ذہن میں سوال یہ اُبھرتا ہے کہ جب شہادت از روئے قرآن وحدیث بہت بڑا انعام خداوندی ہے، اس پر ماتم اور جزع فزع ہر دو طبقات کے اہل علم کے ہاں ناجائز ہے۔ تو ہمارے ہاں محرم، صفر میں خاص طور پر ماتمی فضا قائم کرکے امن عامہ سمیت ملکی وسائل کو داؤ پر کیوں لگایا جاتا ہے؟ آخر ہمارے ہاں ہی ماتمی جلوسز سے اکثریت کے حقوق کی پامالی کے ساتھ ساتھ اہل پاکستان کو ذہنی، قلبی اور نظریاتی تکلیف سے دوچار کیوں کیا جاتا ہے؟

ممکن ہے آپ کے اس سوال کا جواب بانیٔ انقلابِ ایران خمینی صاحب کے اس اقتباس میں موجود ہو اور گہری نظر ڈالی جائے تو اس سے ماتمی فضا کے قیام کے پیچھے کارفرما مقاصد پر بھی آپ پہنچ جائیں گے، خدا کرے ہمارے سیکیورٹی ادارے اور ایجنسیز بھی بانی انقلاب کے اشاروں کا تعاقب کرتے ہوئے شیعہ عزائم سے واقف ہوں اور خدانخواستہ یہاں آنے والے انقلاب کی طرف کسی ایسی پیش قدمی کو روک سکیں۔ ملاحظہ کیجیے:

''عاشورہ کے روز جو ہمارے جلوس نکلتے ہیں ان کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ اس کو ہم لانگ مارچ سے تعبیر کرتے ہیں، یہ جلوس مارچ ہیں جو سیاسی تقاضوں کے مطابق ہیں، شاید یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف ایک گریہ ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے، ہمارا یہ گریہ سیاسی، اجتماعی اور نفسیاتی مسئلہ ہے۔

[خطبۂ محرم۔ امام خمینی ہفت روزہ ''شیعہ'' لاہور۔ یکم تا ۸ جون ۱۹۸۰ء]

لیجئے جناب! یہ عقدہ تو حل ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کی بنیاد پر ماتمی فضا قائم کرتے ہوئے آہ و بکا کرنا خمینی صاحب کے بقول سیاسی مسئلہ ہے، گویا اپنے مزعومہ مقاصد کے لیے نواسۂ رسول کی مظلومانہ شہادت کو آڑ بنایا جاتا ہے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

راہ پر اُن کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

[میر اختر میر]

# قارئین کی ڈاک

گرامی قدر، محبّ مکرم مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے، کئی روز سے رابطہ کرنا چاہ رہا تھا لیکن فرصت نہ ملنے کی وجہ سے نہیں کر پایا، موبائل فون رمضان سے قبل کراچی فسادات کی نذر ہو گیا تھا اس کے بعد تا حال میرے پاس موبائل نام کی کوئی چیز نہیں، ویسے اب موبائل رکھنا بھی نہیں چاہتا، اس لیے کہ اس کی عدم موجودگی میں کافی سکون کا احساس ہوا، لہٰذا اب قرطاس وقلم کے واسطہ سے آپ سے مخاطب ہوں۔

رمضان میں رخصت پر تھا، واپس آیا تو مجلّہ ''صفدر'' کو اپنا منتظر پایا، اور یہ خوش کن خبر بھی تھی کہ آئندہ ایک سال تک مجلّہ آنجناب کی زیرادارت نکلے گا۔ بہت مبارک ہو!

رسالے کا مطالعہ کیا اور ''عرض خادم'' پڑھ کر خوشگوار حیرت ہوئی، اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کا عجیب وغریب مشاہدہ بھی۔ حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے پوتوں میں اگر ایک بڑھ چڑھ کر مسلک اہل حق پر تیشہ زن ہے تو دوسرے دفاعِ مسلک اہل حق میں مصروف عمل ہیں۔ یہ بھی نصیب کی بات ہے۔

بہرحال آمدم برسر مطلب مجھے آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ راقم کا ارادہ ہے کہ ''غامدیت'' کی طرح اب جو ''عمار خانیت'' کا فتنہ اونچی لے میں سُر نکالنے لگا ہے اس کے سد باب کے لیے کم از کم پہلی اینٹ کے طور پر اب تک عمار خان ناصر کے حوالہ سے تنقیدی مضامین شائع ہوئے، انہیں یکجا کر کے شائع کیا جائے، کچھ کام کا آغاز کیا ہے، احباب سے رابطہ بھی کر رہا ہوں، اسی سلسلہ میں آپ سے عرض کرنا تھا کہ مضامین کے حوالہ سے اس باب میں ضرور تعاون فرمائیں، آپ کے پاس جتنے مضامین ہوں تو ان کی ایک ایک کاپی مل جائے، یا آپ نشاندہی فرمادیں کہ فلاں مضمون فلاں جگہ سے مل سکتا ہے۔

باقی الحمدللہ خیریت ہے، دعاؤں کی درخواست ہے۔ احباب کی خدمت میں سلام عرض کیجیے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ محمد احمد حافظ: دفتر روزنامہ اسلام......ناظم آباد نمبر 4 کراچی۔

# فکرِ قاضی درکار ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کو ان گنت قابلِ رشک خوبیوں سے نوازا ہے، ان میں میدانِ تحقیق کے شہسوار بھی گزرے ہیں اور آسمانِ تقویٰ کے درخشندہ ستارے بھی، میدانِ خطابت کے شیریں نوا عندلیب بھی ہوئے ہیں اور مسندِ تدریس کے صدر نشین بھی، بزمِ تصوف کے تابناک چراغ بھی تھے اور منصۂ ادب کے سحر انگیز دُلہا بھی، بحرِ مناظرہ کے بے مثال شناور بھی تھے اور معرکۂ حق و باطل میں حق کی شمشیرِ برّاں اور نرالے شہکار بھی۔ اور اس طرح کے نہ جانے کتنے لائقِ تقلید اوصاف قدرت نے ان میں ودیعت رکھے تھے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ متذکرہ بالا کمالات کی جامع شخصیت کا نام ہے، زیرِ نظر سطور کی غرض انہی کا ایک واقعہ عرض کرنا ہے جو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی للّٰہیت، بے نفسی اور عجز و انکسار کا مظہر اور اہل اسلام کے ایمان و عقیدہ کے تحفظ کے لیے ان کی حیرت انگیز فکر کا عکاس ہے۔ یہ واقعہ مجھے گذشتہ دنوں شاعرِ صحابہ محترم انجم نیازی صاحب نے سنایا، وہ فرما رہے تھے کہ: ''ایک مرتبہ میں اپنی گاڑی پر پنڈی سے چکوال جا رہا تھا کہ راستہ میں نظر پڑی، قاضی صاحب پیدل اور تنہا کہیں رواں دواں تھے، مجھے حیرت ہوئی، میں نے گاڑی روکی اور اتر کر حضرت سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: قریبی بستی میں اہل تشیع کی مجلس ہے، ناسمجھی میں سنی بھی ان کی مجلسوں میں شریک ہو جاتے ہیں جس سے ان کے عقیدہ کو نقصان پہنچنے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے، میں جا کر اہل سنت کی مسجد میں سپیکر کھول کر بیان کرنا شروع کر دوں گا، اس طرح اہل سنت تو کم از کم شیعوں کی مجلس سے محفوظ ہو جائیں گے۔'' اللہ اکبر! نہ کوئی داعی، نہ کوئی میزبان، نہ فیس کا لالچ، نہ استقبالی ہجوم کی آرزو، نہ اعلانات کی دھوم، نہ اشتہارات کی بھرمار، نہ کھانے کی پرواہ، نہ نتائج کی فکر، صلہ و ستائش کی تمناؤں سے بہت بالا یہ علم و تقویٰ کا پہاڑ اور شہرت کا آسمان صرف اس لیے تگ و دو کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا دفاع کیا جائے۔

اس وقت حضرت قاضی صاحب کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے، ادھر ہر سال محرم کے ماتمی جلوسوں میں سنیوں کی نادانستہ شرکت کا المناک پہلو بھی ہمارے سامنے ہے، اس صورت میں اہل سنت کے مقتدر علماء، زعمائے ملت، ائمہ مساجد، وارثینِ منبر و محراب، خطبائے امت اور سنی تنظیموں کے رہنماؤں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بساط بھر اہل سنت عوام کے عقائد و نظریات کی حفاظت کے لیے پورے جذبے اور احساس کے ساتھ میدانِ عمل میں اتریں اور سنیوں کو ایسی تمام مجلسوں میں شرکت سے روکنے کے لیے اپنی تمام مساعی اور کاوشیں بروئے کار لائیں، دورِ حاضر میں امت مسلمہ کے گرد گمراہیوں کا گھیرا خطرناک حد تک تنگ ہوتا جا رہا ہے، ضلالت کے بادل بھیانک شکل میں ان کے سروں پر منڈلا رہے ہیں، امتِ مسلمہ کے افکار و نظریات سخت خطرات کی زد میں ہیں، ان حالات کے پیشِ نظر علمائے حق میں ''جذبۂ قاضی'' اور ''فکرِ قاضی'' کا بیدار ہونا بہت ضروری ہے ہاں بہت ضروری ہے۔

## یزید کے متعلق اکابر علماء دیوبند کا نظریہ

**الاستفتاء:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

اکابر اہل سنت اور اسلاف دیوبند کا یزید کے بارہ میں کیا نظریہ ہے؟ وہ خلیفہ راشد تھا یا نہیں؟ اور اس کو فاسق وپلید کہنا کیسا ہے؟ نیز واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ میں یزید ملوث تھا یا نہیں؟ واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا و توجروا ......سائل عبدالقیوم طاہر، عرفات ٹاؤن گوجرانوالہ

**الجواب ومنه الصدق والصواب**

(۱) آج تک کسی نے یزید کے دور حکومت کو خلافت راشدہ میں شمار نہیں کیا اور نہ ہی اس کو خلیفہ راشد کہا ہے۔

(۲) تاریخی حقائق کی روشنی میں یزید کا فسق تواتر تک پہنچا ہوا ہے، اس بنا پر علماء محدثین نے اس کے فسق کا اظہار کیا ہے، مشہور حنفی عالم علامہ ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں یزید کے فسق کا اظہار کیا ہے ملاحظہ ہو ''احکام القرآن ص 119 '' مذہب حنفی کے بلند پایہ محدث حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فسقِ یزید کا اظہار کیا ملاحظہ ہو ''شرح فقہ اکبر ص 88 '' اکابر علماء دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو ظالم اور پلید لکھا ہے ملاحظہ ہو ''فیوض قاسمی ص 32 '''' اجوبہ اربعین ص 3 ج 2 ''، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو فاسق لکھا ہے ملاحظہ ہو ''فتاویٰ رشیدیہ ص 10 ج 1 ''، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو فاسق لکھا ہے ملاحظہ ہو ''امداد الفتاویٰ ص 416 ج 4 ''۔

(۳) واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ یزید کے دور حکومت میں ہی ہوئے اس لیے اس کو ان واقعات سے بالکل علیحدہ نہیں کیا جاسکتا، ان کی ذمہ داری اسی پر آتی ہے، کیونکہ ان واقعات میں ملوث کسی کو اس نے سزا نہیں دی۔

واللہ اعلم بالصواب

احقر عبدالشکور عفا اللہ عنہ......دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ......۱۴۰۸/۲/۷ھ......

مہر: دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم

**الجواب صواب**......(امام اہل سنت، شیخ الحدیث مولانا) ابوالزاہد محمد سرفراز (خان صفدر رحمہ اللہ)

صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ......۷ صفر ۱۴۰۸ھ یکم اکتوبر 1980ء